مصنف
محمد قاسم نانوتوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتگوئی مذہبی

جو بمقام شاہجہانپور ہندو۔ عیسائی۔ مسلمانوں کے علماء نے کی ۱۲۹۲ھ

واقعہ میلہ خداشناسی

۱۲۹۳ھ

مولانا مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر پُرتاثیر قابل ملاحظہ ہے

جہاں پُر آفتاب و چشم ہا کور	جہاں پر از حدیث و گوش ہا کر

خدائے جل جلالہ کی توحید کا نعرہ ابتدا سے بلند ہوا ہے اور یہی ایک چیز ہے۔ کہ انتہا تک جسکا زور و شور ایک جہان کے دلوں کو زندہ کرتا ہی رہیگا۔ میدانِ توحید کے پیشرو اور اس منزل یکتائی کے رہنما تو ہر زمانہ میں ہوتے رہے لیکن آخری دور میں جس نے توحید کا ڈنکا بجایا اور ہر نسل انسانی میں خدا پرستی کا سکہ بٹھایا اور اس سرے سے اُس سرے تک دُنیا کو خواب غفلت سے جگایا اُس کی حقیقت اور سچائی کا اعتراف بھی ایسا ہی واجب ہے جیسا کہ توحید کا اقرار ہر قلب سلیم اور عقل مستقیم کے لئے ایک امر وجدانی ہے مگر بعض آنکھوں کے لئے عینک درکار اور بعض کانوں کے واسطے بانگ بلند کی بھی احتیاج ہوتی ہے۔ پس یہ کب ہو سکتا ہے کہ وہ روحانی عینک اور حقانی بانگ جس نے کانوں کو سماعت آنکھوں کو بصارت عقل کو بصیرت دل کو بشارت بخشی ہے۔ مشتاقان تحقیق اور آرزومندان تدقیق کے روبرو پیش نہ کی جاوے

میں نہ تھا بلکہ ایک گاؤں چاندا پور جو شاہجہانپور سے ۵ یا ۶ میل کے فاصلہ پر ہے وہاں
مناظرہ مقرر ہوا تھا اور بانی اس مناظرہ کے وہی منشی پیارے لال جو دولتمند اور وہیں
کے رئیس ہیں تھے۔ کہتے ہیں کہ سب کو کھانا اور خیمے وغیرہ انھیں کی طرف سے ملے
تھے بالجملہ مولوی صاحب صبح کو نماز پڑھ کر پیادہ پا ہی چاندا پور میں جا پہنچے خیمے پہلے
سے قائم ہو گئے تھے۔ اور مولوی محمد طاہر صاحب عرف موتی میاں رئیس شاہجہانپور
جو مولوی مدن صاحب کی اولاد میں سے ہیں جو مشاہیر علماء ہند میں سے تھے۔ اور
بالفعل عہدہ آنریری مجسٹریٹی پر ممتاز ہیں۔ سرکار کی طرف سے مہتمم مقرر ہوئے تھے
اور ایک خیمۂ عظیم و وسیع میں یہ مجلس منعقد ہوئی اس طرح کہ بیچ میں ایک میز رکھی گئی اور
اس کے دونوں جانب آمنے سامنے کرسیاں وغیرہ بچھ گئیں ایک طرف پادریان عیسائی
اور مقابلہ میں علماء اہل اسلام بیٹھ گئے اور بین الصفین میز کے سامنے موتی میاں صاحب
قلمدان و کاغذ لیکر بیٹھ گئے اور قواعد مناظرہ لکھے اور بعض سوال و جواب علی سبیل الاختصار
اور سوا اسکے بعض امور دیگر بھی وہی رئیس مہتمم قلمبند کرتے جاتے تھے۔ منجملہ شرائط مناظرہ
کے یہ امور تھے کہ ہر ایک فریق اپنا وعظ در بارہ حقیت اپنے مذہب کے کھڑا ہو کر بیان
کرے بعدہ فریق ثانی اسپر اعتراضات کرے۔ اور مدت مناظرہ پہلے سے دو روز
مقرر تھی مگر شروع مناظرہ سے گھڑی دو گھڑی پیشتر بوجہ اصرار مولوی محمد قاسم صاحب
پادری صاحب نے بشرط تسلیم منشی پیارے لال تین روز کے مناظرہ کا وعدہ کر لیا
تھا۔ اور مدت وعظ کی ۱۵ منٹ اور سوال و جواب کی ۱۰ منٹ قرار پائی اور جب تک کہ
ایک شخص اپنی تقریر پوری کر کے بیٹھ نہ جائے تب تک دوسرا شخص اس کے کلام کی
تردید یا تائید نہ کرے۔ اگرچہ اس امر میں مولوی محمد قاسم صاحب نے چاہا کہ مدت وعظ
اور بڑھا دی جاوے اور یہ بھی فرمایا کہ اتنے عرصہ میں حقیت مذہب کما حقہ ثابت نہو سکیگی
مگر عیسائیوں نے نہ مانا۔ اور اگرچہ بظاہر مناظرہ کرنے والے تین فریق قرار پائے تھے

مسلمان۔ عیسائی۔ ہندو۔ مگر درحقیقت اصل گفتگو مسلمان اور عیسائیوں میں تھی۔ قصہ مختصر اول منشی پیارے لال صاحب کبیرپنتھی جو بانی مبانی جلسہ تھے کھڑے ہوئے اور ایک تحریر پڑھی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میاں کبیر نے کنول کے پھول میں جنم لیا اور اُنکے پنتھیں جاگتے سوتے برابر سانس چلتا رہتا ہے۔ شاید یہ مطلب ہو کہ ہر دم ذکر خدا رہتا ہے۔ اس پر اہل اسلام کی طرف سے اول تو مولوی محمد طاہر صاحب عرف موتی میاں رئیس اعظم شاہجہانپور نے جو منشی جلسہ بھی تھے یہ پوچھا کہ کنول کے پھول سے آپکی کیا مراد ہے اُس کے جواب میں شاید اُنہوں نے یہی کہا کہ یہی پھول ہوتا نہیں۔ اُس کے بعد مولوی نعمان خاں صاحب نے ارشاد فرمایا کہ امور باطنہ سے فضلیت مذہب پر استدلال نہیں ہو سکتا یعنی طالب حق کو کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ اس پنتھ میں یہ بات ہے اور آپ کیونکر انکار کر سکتے ہیں کہ اوروں میں یہ بات نہیں۔ سوا ان دونوں صاحب کے منشی صاحب کی تقریر کو کسی نے اہل اسلام میں سے قابل التفات نہیں سمجھا نہ دعوے مسموع ہونے کے قابل نہ دلیل سُننے کے لائق اور نہ یہ یاد پڑتا ہے کہ کوئی پادری اُن سے اُلجھا ہو ہاں بعض ہنود جو اور پنتھ کے تھے منشی صاحب سے کچھ اُلجھتے رہے جس کا حاصل طرفین سے بجز سامعہ خراشی اور کچھ نہ تھا۔ سو تھوڑی دیر کے بعد اس قصے سے تو فراغت ہوئی اور اُسکے بعد بڑے پادری صاحب کھڑے ہوئے نام اُن کا بعض اشخاص پادری نول صاحب اور بعض پادری نولس صاحب بتلاتے تھے۔ قوم سے انگریز تھے۔ غرض پادری صاحب نے کھڑے ہو کر اپنے مذہب کی حقیت اور انجیل کے حق ہونے میں ایک تقریر طویل بیان کی حاصل اُس تقریر کا اپنی یاد کے موافق یہ ہے کہ خدا ایک اُس کا دین بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔ اس لئے یہ ضرور ہے کہ وہ دین سب کو پہنچایا جائے اور اُسکے قوانین اور احکام سب کو تعلیم کئے جائیں کیونکہ احکام سلطانی اُسکے تمام قلمرو میں جاری کئے جاتے ہیں۔ اشتہار ہر گلی کوچہ تھانہ چوکی میں لٹکائے جاتے ہیں اور منادی والے

ہر کسی کو سُنا آتے ہیں مگر ادھر دیکھتے ہیں تو سوا انجیل و کتب مقدسہ اس طرح کی اشاعت
کسی کتاب کی نہیں پائی جاتی کہ سب کو پہنچائی گئی ہو۔ دو سو ڈھائی سو زبانوں میں اس کا
ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں ہر کسی کو اُسکے سمجھ لینے کی گنجائش ہے
علاوہ بریں ہمارے مذہب میں مثل محمدیاں بزور شمشیر کسی کو اپنے دین میں شامل نہیں
کرتے بلکہ پیار سے محبت سے لطف سے نرمی سے نرم کر کے اپنی طرف کھینچتے ہیں
حاصل تقریر پادری صاحب تو ہو چکا۔ اسکے بعد کی سُنئے پادری صاحب تو بیٹھے
اور مولوی نعمان خاں صاحب ابن لقمان خان صاحب قندھاری جو کبھی عہد
دولت لکھنؤ میں سرکار لکھنؤ کے سواروں میں نوکر تھے اور بالفعل اُنام میں رہتے
ہیں۔ کھڑے ہوئے عمر کو دیکھئے تو ساٹھ ستر کے بیچ۔ باتوں کو سُنئے تو خوش طبعی میں
جوانوں کو بھی مات کریں شدت سے ظریف ہیں۔ تحصیل آدھی گلستاں پر شب و روز
بجز رد نصاریٰ اور کام نہیں اپنے آپ کو وکیل سرکار ابد قرار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم بتلاتے ہیں۔ اور یہی عبارت اُن کی مُہر میں کندہ ہے اُنکی تصانیف در باب
رد نصاریٰ سُنی۔ تقریر کی دلچسپی کا کیا عرض کیا جائے۔ ایک قطعہ بعض تصانیف
کے اوّل میں اُنہوں نے لکھا ہے اُس کے دو شعر یاد ہیں ؎

در فیضِ محمد وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتشِ دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے
معاذ اللہ فرزند خدا کہتے ہو عیسیٰؑ کو
تو دادا کون ہے اُنکا بتائے جس کا جی چاہے

یہی دو شعر اُنکی لیاقت اور طرز تقریر اور انداز ظرانت کے بیان کے لئے کافی ہیں۔ القصہ
خاں صاحب وکیل سرکار ابد قرار صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ایک دو ورقہ چھپا
ہوا جو غالباً شمس الاخبار کا پرچہ تھا نکالا اور جھوم جھوم کر پڑھنا شروع کیا حاصل اُنکی
تقریر کا جس قدر یاد ہے یہ ہے کہ پادری ہنری نارمن صاحب جن کی خوش بیانی کی
واعظان نصاریٰ میں دھوم تھی بتوفیق یزدانی مسلمان ہوئے اور مشرف باسلام

ہو کر امریکہ میں تشریف لے گئے اور بجائے انجیل کے اب قرآن کی منادی کرتے ہیں
(غرض قرآن شریف بھی تمام عالم میں شائع ہو گیا۔ انجیل ہی کی کیا خصوصیت ہے)
دوسرے ایک اور محقق انگریز کا ذکر کیا تھا جن کا نام ونشان مجھ کو یاد نہیں اغلب یہ ہے
کہ ہو تو ڈیبل صاحب ہوں انکے حوالہ سے بیان کیا کہ فلانے واقعہ میں انجیل عالم سے نیست
ونابود ہو گئی (یعنی در صورت گم گشتگی انجیل کیونکر کہہ دیجئے کہ یہ ترجمے اُسی کے ہیں ہاں
یہ بات قرآن شریف میں پائی جاتی ہے کہ اصل بعینہ آجتک موجود پھر اُس پر جس قدر
اہل اسلام عالم میں پھیلے ہوئے ہیں اس قدر کسی اور دین والے عالم میں اس طرح سے
پھیلے ہوئے نہونگے اس لئے اگر یوں کہئے تو بجا ہے کہ چار سُو میں قرآن شریف کی
اشاعت ہو گئی قرآن شریف تمام اہل اسلام کے پاس بکثرت ہر جگہ اُسکے سمجھنے
والے اور سمجھانے والے موجود اشاعت عام اسے کہتے ہیں فقط ترجموں کی کثرت سے
کیا ہوتا ہے) پادری نولس صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ پادری ہنری نارمن
اگر مسلمان ہو گئے تو کیا ہوا اور سب انگلستان والے عیسائی ہیں اور جس شخص نے
انجیل کے گم ہو جانے کا دعوے کیا ہے وہ ایک شخص ملحد بے دین ہے اُس کا قول
ہمارے نزدیک مسلم نہیں۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے پوچھا کہ تم اس واقعہ کو تسلیم
نہیں کرتے پادری صاحب نے فرمایا ہم تسلیم نہیں کرتے) لیکن ارباب فہم کو معلوم
ہو گا کہ تاریخ مشارٌ الیہ کا پادری صاحب کے نزدیک غلط ہونا گو پادری صاحب کے
حق میں دربارۂ بربادی دین عیسوی مُسکت نہ ہو سکی چنانچہ اسی لئے مولانا نے
یہ فرمایا کہ اگر آپکے نزدیک یہ خبر غلط ہے تو آپ پر اعتراض گم گشتگی انجیل واقع نہیں
ہو سکتا مگر اس میں بھی اہل فہم کو شک نہو گا کہ دعوے حقیت انجیل وحقانیّت
دین عیسوی کا ثبوت بھی معلوم پادری صاحب کا جب یہ دعوے ہو کہ انجیل کتاب
آسمانی ہے اور اُس کے ثبوت میں تقریر مذکور پیش کی جائے تو پھر بیشک یہ خبر

بیامع کے حق میں کم سے کم موجب تردد ہوگی۔ پادری صاحب کے پاس کیا دلیل ہے کہ ہم صلیب کہتے ہیں اور مورخ مذکور غلط کہتا ہے۔ بلکہ شہرہ انصاف و تحقیق مورخان یورپ خصوصاً انگلستان اس خبر کی صداقت کا بہت بڑا قرینہ ہے۔ اور مسلمانوں کو دعوے تحریف کے لئے جس پر خوبی مضامین مندرجہ بائبل شاہد ہے یہ خبر منجملہ مزید برہان ہے اس کے بعد مولوی میرزا احمد حسن صاحب اُٹھے۔ اور یہ فرمایا کہ اگر کتاب آسمانی اور دین آسمانی کے لئے یہ ضرور ہے کہ تمام عالم میں شائع ہوا کرے تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا یہ قول غلط ہوگا کہ میں فقط بنی اسرائیل کے گم شدہ بھیڑیوں کے لئے آیا ہوں پادری صاحب اسکے جواب میں معقول کی طرف دوڑے اور ایسی نامعقول بات فرمائی کہ اُس سے سکوت ہی فرماتے تو بہتر تھا فرمانے لگے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام خاص بنی اسرائیل ہی کے لئے آئے تھے مگر جہاں خاص ہوتا ہے وہاں عام بھی ہوتا ہے اور ہاتھ کی لکڑی کی طرف اشارہ کرکے فرمانے لگے دیکھو یہ لکڑی ہے اور لاٹھی بھی ہے۔ لکڑی عام ہے اور لاٹھی خاص۔ اور اسی کی تائید میں ایک دیسی پادری صاحب بیٹھے بیٹھے بولے۔ یہ بات تو شرح تہذیب میں بھی لکھی ہے۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ آپ کی تہذیب دانی بھی اب کوئی دم میں معلوم ہوئی جاتی ہے۔ اہل فہم کو دعوے اور دلیل کے انطباق ہی سے یہ بات تو واضح ہوگئی ہوگی کہ پادری صاحب کو کچھ جواب نہ آیا اور اس بات کے لئے جواب کی حاجت نہ تھی مگر تسپر بھی مولوی احمد علی صاحب ساکن نگینہ وکیل عدالت شاہجہان پور کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ عام و خاص میں اگر تلازم وجودی ہے تو کیا ہوا عام و خاص کے احکام جُدے جُدے ہوتے ہیں۔ انسان عام ہے اس کے احکام اور ہیں زید خاص اُسکے احکام اور ہیں۔ (یعنی افراد انسانی میں سے کوئی مومن ہے کوئی

یعنی کتب مقدسہ انجیل و تورات و زبور

کافر ہے کوئی محمدی ہے کوئی نصرانی کوئی خوش اخلاق ہے کوئی بداخلاق کوئی مرد
کوئی عورت کوئی نیک ہے کوئی بد کوئی مردِ میدان ہے کوئی نامرد کوئی سخی ہے
کوئی بخیل ایک کے مومن یا کافر یا محمدی یا نصرانی ہونے سے سارے انسان
مومن یا کافر یا محمدی یا نصرانی نہیں ہو سکتے۔ علیٰ ہذا القیاس اور سمجھ لیجئے اگر عام و
خاص کے احکام ایک ہی ہوا کرتے تو سب افراد انسانی ساری باتوں میں ایک ہی
سی ہوتی) اس کے بعد جناب مولوی سید ابو المنصور صاحب جو واقعی امام فن
مناظرہ اہل کتاب ہیں اور رد نصاریٰ میں اپنا نظیر نہیں رکھتے کھڑے ہوئے
اور یہ فرمایا کہ اگر ترجموں کی کثرت بقدر مذکور انجیل کے آسمانی کتاب ہونے کی
دلیل ہے تو یوں کہو اٹھارویں صدی سے پہلے پہلے انجیل کتاب آسمانی نہ تھی
اٹھارویں صدی میں یہ شرف انجیل کو میسر ہوا کیونکہ اٹھارویں صدی میں ترجموں
کی کثرت ہوئی ہے اور اگر اس پر بھی اوّل ہی سے انجیل کتاب آسمانی ہے تو یہ بات
ہر کتاب کی نسبت اُس کی اٹھارویں صدی میں متصور ہے۔ اس کے جواب
میں پادری صاحب نے بجز اسکے اور کچھ نہ فرمایا کہ ہاں ترجموں کی کثرت تو اٹھارویں
صدی ہی میں ہوئی ہے پر اٹھارویں صدی سے پیشتر بھی آخر کسی قدر ترجمے تھے ہی
سو یہ جواب کیا ہے اعتراض کی صحت کا اقرار ہے۔ اس کے بعد مرزا موحد صاحب
جالندھری جو ایک مرد مہذب ہیں اور فن مناظرہ اہل کتاب میں عمدہ دستگاہ رکھتے ہیں
کھڑے ہوئے اور پادری صاحب سے یہ پوچھا کہ انجیل کی اشاعت جس کا آپ نے
دعوےٰ کیا ہے اُس سے کونسی اشاعت مراد ہے۔ روحانی یا جسمانی شاید یہ غرض
ہوگی کہ اگر اشاعت جسمانی مراد ہے تو وہ تمہارے نزدیک مسلم نہیں۔ موافق خیالات
پادریاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین میں احکام جسمانی کا پتا ہی نہیں اور اگر
اشاعت روحانی مراد ہے تو اُس کا بھی نصرانیوں میں کہیں نشان نہیں اگر عیسائیوں

میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روحانی اتباع ہوتا تو موافق ارشادات عیسوی عیسائی
ضرور اُس قسم کے کام کر سکتے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کر سکتے تھے۔ پادری صاحب نے
ایسا یاد پڑتا ہے کہ اشاعت روحانی کا اقرار کیا پھر یاد نہیں مرزا موحد صاحب نے کیا
فرمایا۔ اس کے بعد اہلِ اسلام کے وعظ کی نوبت آئی۔ اس کام کو اور صاحبوں نے
مولوی محمد قاسم صاحب کے سپرد کیا گو بوجوہ چند مولوی صاحب کا ارادہ نہ تھا کہ
خود کچھ کلام کیجیے مگر جب سب نے یہی کہا تو کھڑے ہو کر اول خدا کی تعریف اور
اپنے عجز و نیاز کے مضامین اور کلمہ شہادت جو اکثر اہلِ اسلام کے خطبوں کے
شروع میں ہوا کرتے ہیں بیان فرمائے۔ اُس کے بعد ایک تقریر بیان فرمائی۔
جس کا حاصل یہ تھا کہ مذہب کی بھلائی بُرائی حقانیت بطلان عقائد کی بھلائی بُرائی
حقانیت بطلان پر موقوف ہے احکام کی بھلائی بُرائی کو اُس میں دخل نہیں۔ کیونکہ
بحیثیت حکومت حاکم کو ہر قسم کے احکام کا اختیار ہوتا ہے اگر ہر قسم کے احکام کا اختیار
نہ ہوا کرے یعنی ہر قسم کے احکام اُس سے بمقابلہ رعیت و محکومین صادر نہ ہو سکیں
تو وہ حاکم نہیں محکوم ہے بُرے احکام کی تخصیص بحیثیت عدل و انصاف و
رحمت و فضل و متانت و حکومت وغیرہ اوصاف جلیلہ ہوتی ہے بنظر حکومت
نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ بناء معبودیت فقط حکومت پر ہے عبادت اطاعت اور
نیاز قلبی کو کہتے ہیں۔ بشرطیکہ اُس کے سامنے ہو جس کو اپنے اعتقاد میں ہر طرح سے
مختار اور اوروں کو اُسکے سامنے محض بے اختیار سمجھے سو ظاہر ہے کہ اسی کو حکومت
کہتے ہیں۔ غرض منشاء معبودیت معبود حقیقی اُس کی وہ حکومت عالیہ ہے جس کے
سبب وہ احکم الحاکمین کہلایا اس صورت میں اس کا تجسس کہ یہ حکم اچھا ہے
یا بُرا ہے مقتضائے اخلاص عبادت نہیں گو اُس کا کوئی حکم مخالف رحمت و حکمت
وغیرہ اوصاف مشار الیہا نہو اگر تجسس ضروری ہے تو اس بات کا تجسس ضروری ہے

کہ یہ حکم خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ نہیں۔ یعنی یہ بات دیکھنی چاہیئے کہ جس مدعی نبوت و رسالت کے وسیلہ سے یہ حکم ہم تک پہنچا ہے اس میں اخلاق و افعال پسندیدہ اور معجزات خارقہ پائے جاتے ہیں یا نہیں بجز اگر وقت ارشاد احکام ہمکو اس کی زیارت سے نہیں آئی تو جس روایت سے یہ احکام پہنچے وہ روایت معتبر اور مقرون بشرائط اعتبار ہے کہ نہیں۔ علاوہ بریں احکام کی کوئی انتہا نہیں ہر ہر حکم کی تحقیق کیجیے تو ایک زمانہ دراز چاہیئے پندرہ منٹ کے عرصہ میں یہ بات متصور نہیں ہاں فقط عقائد پر اگر حقیت مذہب کو موقوف رکھا جائے تو بجا ہے کیونکہ اول تو عقیدہ ایک قسم کی خبر ہوتا ہے۔ اگر صحیح عقیدہ ہے تو یوں کہو مطابق واقع ہے اور اگر غلط ہے تو یوں کہو ایک جھوٹی بات ہے سو خدا کی حکومت اور اُس کا احکم الحاکمین ہونا اور وہ باتیں جو حکومت کو لازم ہیں اگر مسلم ہونگی تو اُس کا معبود ہونا بھی مسلم ہوگا ورنہ معبود ہونا ہی مسلم نہوگا جو بندوں کے ذمہ اطاعت لازم ہو پھر اُسپر عقاید ضروریہ ہر مذہب میں دو چار ہی ہوتے ہیں ایسا لمبا چوڑا قصہ نہیں ہوتا جس کی تحقیق دشوار ہو مگر عقائد کی رو سے دیکھئے تو مذہب اسلام سارے مذہبوں سے عمدہ معلوم ہوتا ہے اہل اسلام کا پہلا عقیدہ جس پر بنا اسلام ہے یہ ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ سوائے اللہ تعالےٰ اور کوئی لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے ہیں سو اول حصہ جس کا خلاصہ توحید ہے کسی ملت اور مذہب والوں کو اُس سے انکار نہیں زیادہ تر منکر توحید مشرک ہوتے ہیں اُن میں سب میں بڑھ کر تین فرقے ہیں ایک تو جاہلان عرب یعنی قبل بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ عرب میں تھے دوسرے ہنود ملک ہند تیسرے عیسائی لوگ جاہلان عرب کی سُنئے باوجود کثرت شرک و بت پرستی خالق زمین و آسمان ایک خدا ہی کو سمجھتے ہیں چنانچہ قرآن شریف میں اُنکے حال میں فرماتے ہیں۔ لئن سالتہم من خلق السمٰوات والارض لیقولن اللہ جسکے یہ معنے ہیں کہ اگر تو اُن سے

پوچھے کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمینوں کو تو یوں ہی کہیں کہ اللہ نے اور ہنود کی
کیفیت پوچھئے تو ان کو بھی ایسا ہی سمجھئے وہ گو بت پرست اور اوتاروں کے پوجنے والے
ہیں پر برہم جوتی سروپ اور نرنکار ایک ہی کو کہتے ہیں۔ رہے نصرانی وہ اگرچہ شرک میں سب سے
اول نمبر ہیں اور مشرک تو مشرک صفات ہیں پر نصرانی مشرک ذات ہیں یعنی ذات
کے مرتبہ میں تین خداؤں کے قائل ہیں۔ لیکن بایں ہمہ توحید کو انہوں نے بھی ہاتھ
سے نہیں چھوڑا وہ کہتے ہیں کہ جیسے ہمارے نزدیک حقیقت میں تین خدا ہیں ایسے
ہی وہ تینوں حقیقت میں بھی ایک ہی ہیں القصہ اس امر محال کو اختیار کیا کہ وحدت بھی
حقیقی ہو اور کثرت بھی حقیقی ہو مگر پھر بھی توحید کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ توحید سے کسی کو انکار نہیں بلکہ اصل اصول سب کے نزدیک توحید ہی ہے اور جب
توحید مسلم اور اصل ٹھیری تو پھر جو باتیں مخالف توحید ہونگی وہ خود غلط ہونگی یعنی شرک اور
بُت پرستی اور کثرت معبودان اپنے آپ غلط ہونگی علاوہ بریں عقل سلیم بھی اسپر شاہد ہے
کہ معبود حقیقی ایک ہی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ تمام عالم وجود میں شریک ہے ایک لفظ موجود
سب پر بول سکتے ہیں اور سب کے وجود کو وجود ہی کہتے ہیں کچھ اور نہیں کہتے غرض ایک چیز سب
میں مشترک ہے پھر اُسپر عالم کا یہ حال ہے کہ اکثر موجودات قدیم نہیں حادث ہیں ایک زمانہ
میں موجود نہ تھے اور بعد وجود ایک زمانہ میں معدوم ہو جاتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ اُن اشیاء کا وجود ایسا ہے جیسا گرم پانی کی حرارت اور زمین کی روشنی یعنی ایک زمانہ میں
پانی ٹھنڈا اور زمین بے نور تھی اور بعد حرارت و نور پھر ایک زمانہ میں وہی ٹھنڈک اور اندھیرا
ہے سو جیسے اس آمد و شد حرارت و نور سے ہر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ حرارت و نور آب و زمین کے
خانہ زاد نہیں کسی سے مستعار ہیں جسکے یہ خانہ زاد ہیں اور اس پتے پر آخر آتش اور آفتاب
کا سراغ نکل آتا ہے ایسا ہی بوجہ آمد و شد وجود اشیاء حادثہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وجود ان کا
خانہ زاد نہیں کسی نے مستعار عنایت کیا ہے اُس میں یہ وصف خانہ زادی مستعار نہیں

اور جو موجودات ایسے ہیں کہ ہمیشہ سے ایک حال پر چلے آتے ہیں اور کسی نے آج تک اُنکا زمانہ عدم نہیں دیکھا جیسے زمین آسمان آفتاب قمر کواکب تو گو بظاہر اِس تقریر سے اُنکے لئے کسی معطی وجود کا پتا نہیں لگتا پر غور سے دیکھئے تو وہاں بھی یہی بات عیان ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ باوجود اشتراک وجود ہر ایک کی حقیقت کو ہر کوئی جدا سمجھتا ہے یہ نہو تو ایک کو دوسرے سے تمیز نہ کر سکتے اسلئے خواہ مخواہ یہ کہنا پڑیگا کہ وجود اور چیز ہے اور اشیاء مذکورہ کی حقیقت اور چیز ہے اور ظاہر ہے کہ دو چیزوں کا جیسا اجتماع ممکن ہے ایسا ہی اُن کا افتراق بھی ممکن ہے اور جدائی ممکن ہوئی تو پھر خانہ زادی کہاں نا چار ہو کر یہی کہنا پڑیگا کہ اُن کا وجود بھی مستعار ہے مگر چونکہ ہر مستعار چیز کے لئے ایک ایسے دینے والے کی ضرورت ہے جسکے پاس کسی کی دی ہوئی نہو بلکہ اصلی ہو تو بالضرور وجود مستعار کے لئے بھی کوئی دینے والا ہوگا یعنی وجود کے لئے کوئی موصوف اصلی ہوگا جو خود بخود موصوف بالوجود یعنی موجود ہو سو وہی خدا ہے اور اُسی کو بے نیاز مطلق کہنا چاہئے اُس کو کسی کی حاجت نہیں اور سب کو اُس کی حاجت ہے مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ اِس قسم کا موجود سوا ایک کے متصور نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ جب وجود کی وحدت مانی گئی چنانچہ اوپر معروض ہو چکا تو موجود اصلی بھی یعنی جسکے حق میں وصف وجود خانہ زاد ہو ایک ہی ہوگا علاوہ بریں وجود سے زیادہ کوئی عام نہیں اسلئے اس بات کا اقرار ضروری ہے کہ وجود ایک امر غیر محدود ہے ورنہ محدود ہو تو اسکے اوپر ضرور ایک مرتبہ نکلیگا جسکی نسبت اس کو محدود کہیں اور وہ اس سے بھی زیادہ عام ہو مگر وجود غیر محدود ہوگا تو یہ معنی ہونگے تمام مواقع وجود کو محیط ہے پھر اگر دوسرا بھی ایسا ہی ہو تو وہ کہاں جائے یہ بھی احتمال نہیں کہ دو ہوں پہ دونوں ملکر ایسی طرح شدید ہو جائیں جیسے دو چراغ کا نور ملکر زیادہ تر چمک کا باعث ہو جاتا ہے کیونکہ موصوف اصلی سے زیادہ اور کوئی موصوف نہیں ہو سکتا نہ اُسکے وصف سے زیادہ کسی کا وصف ہو سکے خاصکر وجود اصلی کیونکہ اُس سے اوپر کوئی مرتبہ نہیں اسی وجہ سے وہ غیر محدود ہوا اور نہ محدود

ہوتا آخر یہ بھی ایک حد ہے کہ اس سے زیادہ شدید ہو سکتا ہے بالجملہ بروے دلیل عقلی بھی خدا کی وحدانیت ضروری التسلیم ہے اور جب عقل و نقل دونوں اس بات پر شاہد ہوں کہ خداوند وحدہ لاشریک لہ ہے تو پھر اوروں کی عبادت ظلم عظیم ہوگا کیونکہ اس کا مستحق اس صورت میں سوا اُسکے اور کوئی نہیں ہو سکتا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب کارخانہ وجود سب اُسکی ذات سے متعلق ہوا تو اُس کا دینا لینا اُسی کا کام ہوگا جیسے آفتاب ہے زمین کو نور عطا کرتا ہے اور وہی چھین لیتا ہے ایسے ہی خداوند وحدہ لاشریک لہ بھی وجود کا دینے لینے والا ہوگا اور ہر کسی کی ذات و صفات کا وجود اُسی کی عطا ہوگا اور ہر ایک کا عدم اسی کی طرف سے ضبطی وجود سمجھا جائیگا اور ظاہر ہے کہ اطاعت کا باعث یہی نفع کی امید یا نقصان کا اندیشہ ہوا کرتا ہے۔ نوکر اپنے آقا کی خدمت تنخواہ کی امید پر کرتا ہے اور رعیت اپنے حاکم کی اطاعت یا مظلوم ظالم کی تابعداری نقصان کے اندیشہ سے کیا کرتا ہے۔ خداوند عالم میں جب یہ دونوں قدرتیں بدرجہ تمام موجود ہوں تو پھر اُسکی اطاعت نہ کیجاوے تو اور کسکی کیجاوے اور سوا اُسکے اسی طرح اور کسی کی اطاعت کیجائے تو کیوں کی جاوے اور کون ہے جسکو نفع یا نقصان کا اصل میں اختیار ہو یہ اختیار تو جب ہو جبکہ وجود خانہ زاد ہو ہاں اُسکے نائبوں کی تابعداری یعنی اُن لوگوں کی اطاعت جو اُسکے حکم سُناتے ہیں خود اُسی کی اطاعت ہے وہ محض پیغام رساں ہیں اور سب احکام اسی کے ہیں اس صورت میں سوا خدا کے اوروں کی عبادت جیسے ہنود و نصاریٰ کرتے ہیں بالکل خلاف عقل و نقل ہوگی۔ اس کا مستحق سوا خداتعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا خاصکر حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور سری رام اور سری کرشن کو معبود کہنا یوں بھی عقل میں نہیں آسکتا کہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے پاخانہ پیشاب مرض اور موت سے مجبور تھے خدا ایسا چاہئے وہ ہوگا جو ہر طرح سے غنی اور بے نیاز ہو محتاج اور مجبور اور وہ بھی ایسی ایسی چیزوں کے سامنے جیسے پاخانہ پیشاب خدا نہیں ہو سکتا۔ اس پر پادری نوٹس صاحب انثار تقریر مذکور میں کھڑے ہو کر مولوی صاحب سے فرمانے لگے۔ آپ پاخانہ پیشاب کا لفظ نہ فرمائیں مولوی صاحب نے کہا آپ کو احتمال توہین ہوا اگر اس لفظ میں ایماء توہین ہوتا تو ہم ہرگز نہ کہتے حضرت عیسیٰ کی توہین بھی ہمارے نزدیک مثل توہین حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم موجب کفر و ارتداد ہے

مولوی محمد طاہر عرف موتی میاں صاحب نے فرمایا آپ پاخانہ پیشاب نہ گئے ہونگے ورانہ کہئے۔ مولوی صاحب نے فرمایا بہتر یوں ہی سہی۔ خیر مولوی صاحب نے فرمایا جو ایسا محتاج و مجبور ہو اُس میں خدائی کہاں اسپر نصاریٰ کا یہ قول کہ خدا تعالیٰ تین ہو کر پھر ایک ہے ایسا ظاہر البطلان ہے کہ کسی عاقل کی عقل اسکو تجویز نہیں کر سکتی یہانتک کہ خود نصاریٰ بھی بڑے عقل اور ہی کے ہمصفیر میں اگر کہتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ منجملہ اسرار خداوندی ہے ہماری عقول ناقصہ میں نہیں آسکتا مگر جب یہ معلوم ہوگیا کہ مستحق عبادت بجز خداوند وحدہ لاشریک لہٗ اور کوئی نہیں تو اور سُنئے عبادت یعنی اطاعت ہے اور اطاعت دوسروں کی رضا کے موافق کام کرنے کو کہتے ہیں پر دوسرے کی رضا عدم رضا بے اُسکے بتلائے معلوم نہیں ہوسکتی اگر وہ خود کسی طرح اظہار نہ کرے تو پھر اُسکے ظہور کی کوئی صورت نہیں ہم باوجودیکہ جسمانی ہیں کثافت ہماری ذات کے ساتھ ہے ہمارا مافی الضمیر اور ہماری رضا غیر رضا کی بات تو بے ہمارے اظہار کے ہو ہی نہیں سکتی خواہ سینے سے سینہ ملادیں خواہ دل کو چیر کر دکھلادیں خداوند عالم جو لطیف اور خبیر ہے اُسکے مافی الضمیر اور اُسکے دل کی بات کو بے اُسکے بتلائے کوئی کیا جانے۔ غرض اطاعت خداوندی کے لئے اسکی ضرورت ہے کہ وہ خود اپنے احکام سے مطلع فرمائے عقل نارسا کے اس بات میں کام نہیں چل سکتا کیونکہ اگر بالفرض ہزار باتوں میں سے کسی ایک بات کی بھلائی بُرائی ہزاروں میں سے کسی ایک دو کو معلوم بھی ہوجائے تو کیا ہوا اُنکی خود مختاری سے یہ کیا بعید ہے کہ وہ اپنے احکام میں ان باتوں کا پابند نہ رہے اگر کسی بات کی تخصیص بوجہ کسی مجبوری کے ہے تو حاکم نہیں محکوم ہے اور محکوم کی خدائی اور معبودیت معلوم اور مجبور نہیں تو اختیار تغیر و تبدل احکام ضروری ہوگا جس سے حسن و قبح کی پابندی نہ رہیگی بالجملہ دربارہ احکام انتظار اظہار خداوندی ضرور ہے مگر جب سلاطین دُنیا اپنے احکام بذات خود ہر مکان و ہر دوکان پہ جاکر ہر کسی کو نہیں سناتے وہ خداوند احکم الحاکمین جس کی شوکت اور حکومت کے سامنے سلاطین دُنیا کی حکومت اور شوکت کو کچھ نسبت ہی نہیں کیونکر ہر کسی سے کہتا پھریگا۔ جیسے بادشاہان دُنیا اپنے مقربوں سے اپنے احکام کہلا

کرتے ہیں اور وہ اوروں کو پہنچا دیا کرتے ہیں خداوند کریم بھی اپنے احکام اپنے مقربوں کے ذریعہ سے اوروں کو پہنچائیگا۔ مگر جیسے یہاں کے بادشاہوں کے مقرب وہی ہوتے ہیں جو بادشاہوں کی موافق مرضی اور خیرخواہ ہوتے ہیں اور بجز اطاعت بوئے سرتابی بھی اُن میں نہیں ہوتی ورنہ مقرب نہ رہیں معتوب ہو جائیں ایسے ہی خدا تعالیٰ کے مقرب بھی وہی ہو سکتے ہیں جو سراپا اطاعت ہوں اور شائبہ انحراف بھی اُن میں نہ ہو اتنا فرق ہے کہ بادشاہانِ دُنیا کو موافق مرضی اور خیرخواہ اور سراپا اطاعت وغیرہ کے سمجھنے میں غلطی بھی ہو جاتی ہے اسلئے عزل و نصب و عتاب و عنایت ہوتی رہتی ہیں اور خداوند علیم خبیر سے کسی بات کے سمجھنے میں غلطی نہیں ہو سکتی ورنہ اُسکے علم کو دربارہ توضیح حقیقت ایسا کہنا پڑیگا جیسا قمر و کواکب کے نور سے بوجہ نقصان بہت باریک چیزیں اور باریک فرق محسوس نہیں ہوتے اور ظاہر ہے کہ جس کا وجود کامل ہو اُسکی کسی بات میں نقصان متصور نہیں ورنہ وجود میں نقصان لازم آئیگا مگر جب اُسکا علم کامل ہوا اور اس وجہ سے اُسکو کسی کے موافق مرضی اور ظاہر و باطن مطیع سمجھنے میں غلطی ممکن الوقوع نہوئی تو جن کو اُس نے اپنا مقرب بنایا ہوگا اُنکا معزول ہونا اور اپنے عہدۂ احکام رسانی سے موقوف ہو جانا بھی خلاف عقل ہوگا۔ الحاصل انبیاء میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو ناپسندیدۂ خداوندی ہو اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں اُنکے تمام اخلاق کا حمیدہ ہونا اور تمام قواء علمیہ کا گزیدہ ہونا لازم آئیگا جس سے اُنکی معصومیت کا اقرار کرنا پڑیگا کیونکہ جب بُری صفت ہی نہیں اور فہم کامل ہے یعنی قوۃ علمیہ اچھی ہے تو پھر اعمال ناشائستہ کے صادر ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں ہر فعل کے صادر ہونے کے لئے ایک قوۃ یعنی ایک صفت کی ضرورت ہے دیکھنے کیلئے بینائی چاہئے سُننے کے لئے شنوائی چاہئے ایسے ہی اچھے اعمال کے لئے اچھی صفت کی ضرورت ہے اور بُرے کے لئے بُری صفت کی حاجت جب بُری صفات سے وہ لوگ مُبرّا ہوئے تو بُرے افعال سے بدرجۂ اولیٰ معصوم ہونگے مگر جب سراپا اطاعت یعنی ہر طرح سے محکوم ہوئے تو پھر اُنکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے طور پر جسے چاہیں بخشیں جسے چاہیں عذاب دینے لگیں یہ اختیار ہو تو محکوم نہ رہیں حاکم ہو جائیں ہاں یہ بات

البتہ متصور ہے کہ وہ کسی کیلئے دعا کسی کیلئے بددعا کریں۔ کسی کے حق میں کلمۃ الخیر کسی کے حق میں برا کلمہ کہیں مگر جب وہ ہر طرح سے مقدس ٹھہرانے گئے تو وہ اپنے خیرخواہوں کے خیرخواہ ہی بنینگے بدخواہ نہونگے کلمۃ الخیر ہی کہینگے کوئی برا کلمہ نہ کہینگے سو اسی کو ہم شفاعت کہتے ہیں۔ القصہ رسولوں اور پیغمبروں کی شفاعت ممکن ہے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کفارہ ہو جانا ممکن نہیں یعنی یہ بات جو عیسائیوں کے اعتقاد میں بیٹھی ہوئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امتیوں کی طرف سے ملعون خدا ہوئے نعوذ باللہ اور تین دن تک انکی عوض جہنم میں رہے ہرگز قرین عقل نہیں کیونکہ محبوب میں وجہ محبت اور عدو میں سبب عداوت چاہیے مرحوم میں باعث رحمت اور ملعون میں موجب لعنت ضرور ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ حسن تو کسی میں نظر آئے اور محبوب کسی کو بنائے اطاعت تو کسی میں نظر آئے اور رحمت کسی اور پہ کریں یعنی خوش کسی اور سے ہو جائیں بد منظر تو کوئی اور ہو اور نفرت اور ہیبت اس سے ہو جس میں حسن خداداد نظر آئے اور ناخوشی کی باتیں تو کوئی اور کرے اور لعنت اس پر ہو یعنی ناخوش اس سے ہو جائیں جو ہر طرح سے مطیع ہو سو یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ کوئی کسی کی اطاعت کا مستحق نہیں اور کوئی کسی کے گناہ کا مجرم نہیں۔ القصہ اعتقاد کثرت معبودان اور اعتقاد کفارہ دونوں مخالف عقل ہیں اور دونوں سراسر باطل ہیں پھر اسپر کثرت معبودوں کے ساتھ وحدت کا اعتقاد تو کسی کے نزدیک قابل تسلیم نہیں چھوٹے سے لیکر بڑے تک اور بوڑھے سے لیکر جوان اور لڑکے تک اہل عقل کامل العقل ہوں یا ناقص العقل یہانتک کہ خود نصاریٰ بھی بروے عقل وحدت اور کثرت حقیقی کا اجتماع منجملہ محالات سمجھتے ہیں ہر عاقل کی عقل کو بے دلیل یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے اور جو بات عقل کو بے دلیل غلط معلوم ہوتی ہو یعنی اسکے غلط سمجھنے میں عقل کو دلیل کی حاجت نہ ہو دلیل کا بیچ میں واسطہ نہ ہو تو پھر اسکے اثبات کی ایک کیا ہزار دلیلیں بھی ہوں تو کیا ہوا ہرگز مثبت مدعا نہیں ہو سکتیں اور ہوں تو کیونکر ہوں شنیدہ کے بود مانند دیدہ جو بات بیواسطہ غلط نظر آئے وہ مثل دیدہ ہے اور جو بات بروے دلیل صحیح کہی جائے وہ مثل شنیدہ ہے اور اسکی ایسی مثال ہے جیسے قریب غروب کوئی عالم فاضل ریاضی دان اپنے فنون میں یکتا روزگار

بوسیلۂ جیبی گھڑی یوں کہے کہ آفتاب غروب ہوگیا اور ایک جاہل کندہ ناتراشیدہ۔ کہیں اونچے پر کھڑا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھے کہ آفتاب کا کنارہ ہنوز باہر ہے تو جیسے یہ شخص باوجودیکہ اپنی جہل اور اُسکے علم و فضل کا معتقد ہو اور گھڑیوں سے اوقات شناسی اور اُنکی غلطی اور صحت کو نجانتا ہو پھر بھی اپنے مشاہدہ کے سامنے اُس عالم کے قول مدلّل کو نہیں مانتا اور ایک عالم کیا ایک ہزار عالم بھی بلکہ بوسیلۂ جیبی گھڑی غروب کا دعوے کریں تب بھی سب کو غلط کہتا ہے۔ ایسے ہی عقل حقیقت میں اپنے اس علم کے سامنے جو بے واسطہ بمنزلۂ مشاہدہ ایسے مضامین کے محال ہونے کی نسبت حاصل ہے اُن مضامین کو جو بوسیلۂ ذہن میں آئیں اگرچہ بڑے بڑے دانشمند اُس طرف ہوں غلط سمجھے گی۔ غرض جیسے وہ شخص گھڑی کی بات کو غلط سمجھتا ہے اور خود گھڑی کی نسبت کہتا ہے ہو نہ ہو یہی غلط ہے میرا مشاہدہ غلط نہیں گو یہ نہ جانے گھڑی میں کیا غلطی ہے اور کہاں نقصان ہے ایسے ہی عقل عام و خاص اپنے مشاہدہ استحالہ کے سامنے انجیل کے دعوے تثلیث کو اگر بالفرض اسکے کسی ایسے فقرہ سے نکلتا ہو جس میں احتمال الحاق بھی نہ ہو چہ جائیکہ یقین الحاق ہرگز قبول نہ کریگی بلکہ خود انجیل ہی کو غلط کہے گی اور یہ کہے گی کہ ہو نہ ہو اسمیں غلطی ہے گو یہ نہ جانے کہ کہاں کہاں غلطی ہے ہاں بعض مضامین ایسے ہوتے ہیں کہ استحالہ تو معلوم نہ ہو پر اُنکی حقیقت بھی کچھ معلوم نہ ہو بلکہ اُنکی حقیقت میں حیران ہو۔ مولوی محمد قاسم صاحب اس قسم کی تقریر فرمارہے تھے جو پادری صاحب نے اطلاع کی کہ پندرہ منٹ ہو چکے تقریر مذکور کے نا تمام رہ جانے کا اہل اسلام کو افسوس رہا۔ مولوی صاحب کے کہنے سے یہ معلوم ہوا کہ اُن کو محالات اور متشابہات میں فرق بتلانا منظور تھا کیونکہ متشابہات تو مثل ذات و صفات خداوندی اور ارواح بنی آدم وغیرہ معلوم الوجود مجہول الکیفیت ہوتی ہیں عقل کو ان سب کے حقائق کے دریافت کرنے میں حیرت ہوتی ہے اور محالات کے علم میں حیرت نہیں ہوتی بلکہ علم عدم اور علم استحالہ ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ علم عدم اور عدم علم میں زمین آسمان کا فرق ہے حاصل تقریر مولوی صاحب تو ہو چکا۔ آگے سُنئے

مولوی صاحب تو بیٹھے اور پادری صاحب اُٹھے یہ فرمایا کہ مولوی صاحب نے اپنے مذہب کے فضائل کچھ بیان نہ فرمائے ہمارے مذہب پر اعتراض کر دیئے۔ غرض اعتراض کیا تو یہ کیا مضامین پر کچھ اعتراض نہ ہوسکا اسکے جواب میں مولوی صاحب کے اُٹھنے کی تو نوبت نہ آئی جناب مولوی احمد علی صاحب ساکن نگینہ وکیل عدالت شاہجہانپور کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا یہ عین اپنے مذہب کی فضیلت ہے کہ اور مذہبوں میں یہ یہ عیب ہیں اور ہمارے مذہب میں ان عیوب میں سے ایک بھی نہیں اسکے بعد بعض دیسی پادریوں نے کھڑے ہو ہو کر سب اہل جلسہ کے کان کھائے۔ منجملہ پادریان مذکور مولاداد خاں نام ایک پادری نے ایک مہمل تقریر جس سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت گستاخی ٹپکتی تھی شروع کی اور یہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔ پادریوں کا قاعدہ ہے کہ مسلمانوں سے دامن چھڑانے کو گستاخانہ پیش آتے ہیں۔ مسلمان چونکہ ایسی باتوں سے گھبراتے ہیں اور جواب ترکی بترکی دے نہیں سکتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حواریین اور انبیاء سابقین علیہم و علی نبینا الصلوٰۃ والسلام اگر انکے نزدیک بُرے ہوتے تو اِس چال چل سکتے ناچار ہو کر زبان کا جواب ہاتھ سے دینے کو تیار ہوتے ہیں جس سے پادریوں کو اس بات کا موقع ملجاتا ہے کہ مسلمانوں کو جواب نہیں آتا لڑنے کو دوڑتے ہیں یا خاموش ہو کر طرح دیتے ہیں جس سے پادریوں کا کام بن جاتا ہے۔ غرض انصاف کو بغل میں مار خوف خدا کو طاق میں رکھ بے ادبانہ پیش آتے ہیں۔ سو مولیٰ داد خاں مذکور بھی اسی چال چلے نقل کفر کفر نباشد یہ سمجھکر بدشواری حاصل تقریر مولاداد خاں مذکور لکھتا ہوں ورنہ زبان کو ہلاتا ہوں تو ہلتی نہیں قلم کو اُٹھاتا ہوں تو اُٹھتا نہیں۔ اُس تقریر ناپاک کا حاصل یہ تھا جیسے مسلمانوں کے نبی نے دعوے کیا بھنگیوں کا لال گورو بھی ایسا ہی کہتا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد جو آئینگے چور اور بٹ مار ہونگے یعنی اس سے یہ معلوم ہوتا ہے بعد عیسیٰ علیہ السلام کوئی ہادی نہ آئیگا۔ جناب امام فن مناظرہ اہل کتاب

مولوی سید ابو المنصور صاحب نے اسکے جواب میں یہ فرمایا واہ پادری صاحب ساری عمر انجیل پڑھی پھر بھی یہ خبر نہیں کہ انجیل میں کیا ہے انجیل میں یہ نہیں جو میرے بعد آئینگے چور اور بٹ مار ہونگے بلکہ انجیل میں یوں ہے جو مجھ سے پیشتر آئے وہ چور اور بٹ مار تھے۔ اس نے اپنے قول پر اصرار کیا۔ جناب مولوی سید ابو المنصور صاحب نے فرمایا اچھا انجیل منگاؤ اس پر پادری نولس صاحب نے فرمایا بھائی سے غلطی ہوئی مولوی صاحب صحیح فرماتے ہیں مگر جس لفظ کا یہ ترجمہ ہے وہ بمنزلۂ مضارع دو معنے کے لئے آتا ہے پیشتر اور بعد دونوں اُسکے معنی ہوتے ہیں جناب مولوی سید ابو المنصور صاحب نے فرمایا اصل لفظ عبری اگر دونوں معنوں کے لئے ہے تو کیا ہوا لفظ پیشتر تو دونوں معنوں کیلئے نہیں۔ غرض بالغرض اگر اصل لفظ دونوں معنوں کے لئے موضوع بھی ہو تو کیا فائدہ پیشتر کے لفظ سے ترجمہ کرنا خود اس بات پر شاہد ہے کہ بدلیل سیاق و سباق بعد مراد نہیں پیشتر مراد ہے اسپر پادری مولاداد خاں مذکور نے ایسی مونہہ کی کھائی کہ پھر سر نہ اُبھارا اور تا اختتام مناظرہ پھر لب نہ ہلائے باقی زجر و توبیخ کی بوچھاڑ اور نفع میں رہی مسلمانوں نے کہا تو کہا ہندو بھی بُرا بھلا کہتے تھے چنانچہ ایک ڈپٹی صاحب ہندو مذہب جنکا نام غالباً ابود صیا پرشاد ہے کھڑے ہوئے اور اس مضمون کو دیر تک بیان کرتے رہے کہ کسی کے پیشواؤں کو بُرا نہ کہنا چاہئے۔ پادری صاحب یہ کہتے تھے بھائی کی یہ غرض نہ تھی کہ توہین کیجے مگر اہل اسلام کو در صورت تسلیم صحت معنے بعد بھی کچھ دشواری نہ تھی۔ اول حضرات حواریین چور اور بٹ مار بنتے جب کہیں کسی اور کی طرف دیکھنے کی نوبت آتی بہر حال لفظ پیشتر کہئے یا لفظ بعد پادریوں کو ہر طرح دشواری ہے ایک صورت میں پہلے انبیاء کی نبوت کا انکار ہے اور ایک صورت میں حواریوں کی رسالت کا انکار۔ القصہ جناب مولوی سید ابو المنصور صاحب نے جب پادری مذکور کی غلطی پکڑی اور پادری نولس صاحب نے اُس کی تصدیق کی تو بایں نظر کہ پادری مولاداد خاں مذکور کی غرض اپنی غلط بیانی سے ابطال نبوت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ بائبل منظور تھا بذریعہ بائبل ہی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی

نبوت کے ثبوت میں کچھ چھیڑ چھاڑ ہوئی جناب مولوی سید ابو المنصور صاحب نے چند پیشین گوئیاں بہ نسبت نبوت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم توراۃ میں سے نکالکر پیش کیں۔ منجملہ اُنکے وہ پیشین گوئی بھی تھی جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرکے یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تیرے بھائیوں میں سے تجھ جیسا ایک نبی پیدا کرونگا اور اسکے مُنہ میں اپنی کلام ڈالونگا۔ اور اس پیشین گوئی کے بعد یہ فرمایا کہ فیمابین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس باتوں میں مماثلت ثابت کرسکتا ہوں اس روز تو سوا تقاریر مرقومہ فیمابین اہل اسلام و نصاریٰ اور کوئی گفتگو قابل تحریر نہیں البتہ یہ بات قابل تحریر ہے کہ سوا پادری نولس صاحب اور کوئی شخص لائق گفتگو عیسائیوں میں سے نہ تھا۔ اوروں کو تقریر کی نسبت اگر یوں کہئے کہ قالب الفاظ میں ابھی معانی ڈالنے کی نوبت نہ آئی تھی اور الفاظ ہی سے خانہ پُری اوقات کرتے تھے۔ تو البتہ ایک عذر معقول ہے تو بجے سے یہ جلسہ شروع ہوا تھا۔ اور دو بجے یہ جلسہ برخاست ہوا اہلِ اسلام نے اوّل نماز پڑھی پھر کھانا کھایا اور باہم ایک دوسرے کی تقریر کی خوبی کا ذکر ہوتا رہا اور افضال خداوندی کو یاد کرکے اُن تقریروں کے مزے لیتے رہے اور شہر میں اور اطراف میں یہ شہرت اُڑ گئی کہ مسلمان غالب رہے چنانچہ اسی وجہ سے دوسرے دن اور بہت شائق آپہنچے۔ القصہ اُس روز سب کو یہی ذکر و شغل تھا۔ زبان و کان دونوں اسی قصہ و کہانی میں مصروف تھے مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ الحمد للہ اب گونہ اطمینان حاصل ہوگیا۔ مجمع پادریوں میں کوئی اس قابل نہیں معلوم ہوتا کہ جس سے بظاہر کچھ اندیشۂ خاطر پیدا ہو ہاں ان کی بے انصافی سے تو دل افسردہ ہوتا ہے بعدہ مولوی صاحب نے واعظین کو فرمایا کہ میلہ میں متفرق ہو کر وعظ بیان کرنا چاہیئے۔ چنانچہ واعظین نے جاکر (بجز مولوی منصور علی صاحب کے) علے الاعلان منادی اسلام و ابطال عیسائیت کو بیان کرنا شروع کیا اور قبل مغرب تک تمام میلہ میں عجب کیفیت رہی اور عنایت ایزدی سے کوئی پادری مقابل نہ ہوا۔ خدا معلوم کہاں جان چرائے پڑے رہے۔

اور مولوی صاحب ایک تحریر جزو کے قریب جلدی میں لکھ کر اپنے ہمراہ لیتے گئے تھے۔
یہ تحریر حقیت اسلام میں تھی اور کچھ مضمون ابطال کفارہ وغیرہ میں۔ مولوی صاحب نے
بیان فرمایا کہ اس کو بھی بقید تحریر کرلو اور کل کو شاید موقع آپڑے تو میری تحریر اور اس تقریر
کو کھڑے ہو کر پڑھ دینا اور سوا اسکے اور بھی آپس میں صلاح و مشورے رہے اس حال میں
عشا کی نماز پڑھ کر اور کھانا کھا کر سو رہے علے الصباح نماز صبح پڑھکر بمقتضاے شعر

علے الصباح کہ مردم بکاروبار روند ۔۔۔ بلاکشانِ محبت بکوے یار روند

پھر مولوی صاحب نے واعظان مذکورین کو اپنے کام میں مصروف ہونے کی صلاح دی چنانچہ
ان حضرات نے میلہ میں جا کر کماینبغی حق اسلام ادا کیا جزاہم اللہ عن جماعۃ المومنین خیر الجزاء
اگرچہ بظاہر ایک امر وہمی معلوم ہوتا ہے مگر حق یہ ہے کہ اس دن اسی وقت سے کیفیت
دگرگوں معلوم ہوتی تھی بہر حال ۹ بجے تک برابر وعظ درس کا شور تمام میلہ میں رہا۔ پادری
لوگ بھی میلہ میں پھرتے تھے لیکن جدھر گذر ہوتا تھا عوام لوگ یہی کہتے تھے کہ پادری حسب
ہم کو ہی دھمکانے کو تھے اب تو کچھ بولئے اور جملہ ہنود بھی خوش تھے۔ اگرچہ اُن کا خوش
ہونا۔ از قبیل چو خوش بر سرد کان روستا خورسند۔ تھا +

کیفیّت جلسۂ دوم واقعۂ روز دو شنبہ ہشتم مئی ۱۸۷۶ء

نو بجتے ہی خیمۂ گفتگو کی طرف سب مناظرانِ اہل اسلام اور سوا اُنکے اور شائقان گفتگو روانہ
ہوئے دیکھتے کیا ہیں خیمہ میں چند کرسیاں خالی ہیں باقی سب پر آدمی ہی آدمی تھے یہ سمجھ کر کہ
شاید پھر جائے نہ ملے شوق گفتگو میں پہلے ہی سے اکثر صاحب آبیٹھے تھے اسپر بھی آدمی
گھسے چلے آتے تھے اور سوا اُنکے اور عوام خیمہ کے گرد تھے آدمی پر آدمی گرتا تھا سپاہیان پولیس
اگر نہ روکتے تو سب اندر ہی پہنچتے جگہ ملتی یا نہ ملتی اس لئے مہتممان جلسہ نے اور بہت سی
کرسیاں اور مونڈھے منگا کر قریب دو سوا ڈھائی سو کرسی وغیرہ کے اس خیمہ میں بچھا کر

بچھائی اُس پر بھی بہت سے صاحب خیمہ کے گوشوں میں اور کرسیوں کی قطاروں میں کھڑے بیٹھے تھے اور ہر قنات خیمہ کو جسکو بمنزلہ دیوار خیمہ کہئے اُٹھا کر پتلی پتلی چوبوں پر استادہ کیا جس سے سایہ کی وسعت ہو گئی اسوجہ سے شائق اُس میں آکھڑے ہوئے مگر تسپر اُس سے باہر بھی بہت کثرت سے آدمی تھے شوق گفتگو میں نہ لُو کا خیال تھا نہ دھوپ کا دھیان جہاں جہاں تک آواز کے پہونچنے کا احتمال تھا آدمی ہی آدمی تھے گرمی کا موسم تھا گرمی ہی کا وقت تھا مکان جلسہ ایک صحرا شہر سے دور سایہ کے لئے خیمہ یا درخت آم جس کا سایہ آدھا سایہ آدھی دھوپ - غرض نہ تپش سے بچنے کا کوئی عمدہ سامان نہ لُو سے بچنے کے لئے کوئی مکان تسپر یہ ہجوم تھا اگر یہ خرابیاں نہ ہوتیں تو خدا جانے کس قدر انبوہ ہوتا خیر جب آدمی ٹھکانے سر بیٹھ گئے اور اہل جلسہ ہر ایک کو حسب موقع بٹھا چکے تو اوّل پادری نولس صاحب نے حسب قرار داد باہمی یہ بیان کیا کہ آج ہر فریق کی طرف سے گفتگو کے لئے پانچ پانچ آدمی منتخب ہوئے ہیں کل کی طرح عام اجازت نہیں وجہ اس تغیر کی یہ ہوئی بہت کرسٹانوں اور بعض ہنود نے مُفت کی سامع خراشی سے وقت کھو دیا تھا اور اس وجہ سے جلسہ سابق میں گونہ بے لطفی آگئی تھی اسلئے اہل اسلام پادری صاحب سے اس بارے میں خواستگار ہوئے کہ ہر کس و ناکس کا بولنا بجز سامع خراشی اور کیا مفید ہے اس سے بہتر ہے کہ ہر فریق میں سے چند آدمی منتخب کئے جائیں سو پانچ پانچ آدمی اس کام کے لئے مقرر ہوئے - اہل اسلام میں سے جناب مولوی سید ابوالمنصور صاحب معروف بہ مولوی منصور علی صاحب و مولوی سید احمد علی صاحب و مرزا موحد صاحب یہ تین صاحب مناظرہ اہل کتاب میں بطور الزام دستگاہ کامل رکھتے تھے اور دو علماء دین سے ایک تو مولوی سید احمد حسن صاحب امروہی دوسرے مولوی محمد قاسم صاحب مگر اس وقت بیک وجہ یہ نام اُنکا نہیں لکھا گیا بجائے مولوی محمد قاسم صاحب حافظ خورشید حسین صاحب لکھا گیا - اور پادریوں میں سے اوّل تو پادری نولس صاحب چار اور جنکے نام یاد نہیں رہے - علے ہذا القیاس ہنود میں سے

بھی پانچ آدمی مقرر ہوئے بلکہ بوجہ اجتماع فرقہائے چند ہنود اس بات کے خواستگار ہوئے کہ ہمارا ہر فرقہ جُدا ہے ہر ایک فرقے میں سے پانچ پانچ آدمی چاہئیں چنانچہ اسی کے موافق قرار پایا۔ قصہ کوتاہ پادری صاحب جب بیان تغیر و تبدیل قوانین جلسہ سے فارغ ہوئے تو اہل اسلام کی طرف سے یہ استدعا ہوئی کہ پادری صاحب کے ذمہ ہمارے کل کے اعتراض باقی ہیں بغرض اتمام کلام انکا جواب اوّل چاہئے۔ پادری صاحب نے فرمایا کل کی بات کل کے ساتھ گئی۔ اس میں فریقین سے اصرار و انکار رہا اور اس وجہ سے بعض اہل سلام کبیدہ ہو کر یہ چاہتے تھے کہ اگر یہی ناانصافی ہے تو آج کی گفتگو میں اس سے زیادہ اور کیا ہوگا جس کی توقع پر بیٹھے رہئے اس سے تو اُٹھ جانا بہتر ہے مگر مولوی محمد قاسم صاحب نے اُن کی نہ مانی اور پادری صاحب کے کہا اچھا یہی سہی پر خود کھڑے ہو کر باواز بلند تمام حاضرانِ جلسہ سے یہ کہا۔ صاحبو کل کے ہمارے اعتراضوں کا جواب پادری صاحب عنایت نہیں فرماتے ہم کو پادری صاحب کی انصاف سے یہ توقع نہ تھی مگر جب نہیں مانتے تو کیا کیجے بہ مجبوری ہم صبر کرتے ہیں اور تازہ گفتگو کی اجازت دیتے ہیں اِدھر مولوی میاں صاحب نے یہ کہا آپ اِس بات کو لکھ لیجے۔ اسکے بعد شاید بعض اہلِ اسلام نے یہ کہا کہ مولوی محمد قاسم صاحب کی کل کی تقریر بوجہ کوتاہی وقت ناتمام رہ گئی تھی وہی پوری ہو جائے پادری صاحب نے بھی شاید اس کو غنیمت سمجھا فرمایا اچھا آج اہلِ اسلام ہی اوّل بیان کریں اس لئے اہل اسلام۔ نے مولوی محمد قاسم صاحب کو اشارہ کیا بسم اللہ مگر گفتگو کے خیمہ میں آنے سے پیشتر جناب قاضی سرفراز علی صاحب شاہجہانپوری جو کبھی ایک بڑے رئیس تھے غدر میں بگڑ گئے ہیں اور لیاقت علمی در فن مناظرہ میں عمدہ مناسبت رکھتے ہیں ایک تحریر لکھکر لائے تھے اور مولوی محمد قاسم صاحب وغیرہ کو سنائی تھی وہ تقریر تو خوب یاد نہیں ناتمام سی ایک بات یاد ہے شاید اس قسم کی بات تھی۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آئے تو یہود نے انکار کیا اور حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم

تشریف لائے تو یہود و نصاریٰ دونوں نے انکار کیا اس سے زیادہ افسوس کچھ یاد نہ رہا اگر یاد رہتی تو وہ بھی ایک دلچسپ بات تھی غرض وہ تقریر ناہم سنی سنائی گئی تھی اور یہ ٹھیری تھی کہ آج بجائے وعظ یا جس طرح ہو سکے یہ بھی پڑھی جاوے اسلئے مولوی محمد قاسم صاحب نے جناب قاضی صاحب سے فرمایا آپ تشریف لائیں اور تحریر مبسوط سنائیں۔ قاضی صاحب آگے بڑھے مگر پادری صاحب نے پوچھا کہ آپ بھی انہیں پنجتن میں ہیں جو اس کام کے لئے مخصوص ہوئے ہیں قاضی صاحب نے فرمایا کوئی نہیں۔ پادری صاحب نے فرمایا پھر آپ کیوں تشریف لائے ہیں قاضی صاحب نے مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا انکو گفتگو کی اجازت ہے یہ مجھ کو اجازت دیتے ہیں پادری صاحب نے فرمایا یہی گفتگو کر سکتے ہیں آپ کو اجازت نہیں ہو سکتی۔ اسلئے مولوی محمد قاسم صاحب ہی کو کھڑا ہونا پڑا۔ اسپر جناب مولوی احمد علی صاحب وکیل عدالت نے ارشاد فرمایا آج آپ اپنے مذہب کے فضائل ہی بیان فرمائیں کسی پر اعتراض نہ فرمائیں۔ قصہ کوتاہ جناب مولوی محمد قاسم صاحب اُس میز کے پاس تشریف لیگئے جہاں واعظ کھڑا ہو کر وعظ کہتا تھا اور نام خدا توحید و رسالت کا ذکر چھیڑا۔ توحید کے متعلق جو کچھ گفتگو اُس دن ہوئی وہ خوب یاد تو نہیں رہی پر اغلب یہ ہے کہ روز اوّل کی گفتگو کے قریب قریب تھی۔ مگر ہاں اُسی کے ساتھ یہ بھی بیان تھا کہ مسلمان توحید کے اوپر اس درجہ کو مستقیم ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سب میں افضل سمجھتے ہیں اور بعد خداوند عالم اُنہیں کو جانتے ہیں۔ مگر بایں ہمہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا بھی جو آداب عبودیت میں سے ادنے درجہ کا ادب ہے اُنکے لئے جائز نہیں سمجھتے پھر اُسکے بعد ضرورت رسالت میں غالباً وہی تقریر بیان کر کے جو اوّل روز بیان کی تھی ایک تقریر بیان کی جس کا حاصل یہ ہے کہ اب اس کا دیکھنا ضرور ہے کہ کون نبی ہے کون نہیں مگر یہ بات بے تنقیح اصل وبنا نبوۃ معلوم نہیں ہو سکتی سو بظاہر دو احتمال ہیں مبنا نبوۃ یا تو معجزات ہوں یا اعمال صالحہ معجزات پر تو مبنی نہیں کہہ سکتے بنا نبوت معجزات پر ہو تو یہ معنے ہوں کہ اوّل معجزہ ظاہر ہولے جب نبوۃ

عنایت ہو مگر سب جانتے ہیں کہ امتحان معجزات کے بعد نبوت عنایت نہیں ہوتی بلکہ عطاء
نبوت کے بعد معجزات عنایت ہوتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اعمال صالحہ کو مدار نبوت نہیں کہہ
سکتے عمل صالحہ اُنہیں کو کہتے ہیں جو خدا کے موافق مرضی ہوں سو خدا کے حکم احکام کے معلوم ہونے
کے لیئے ہی تو نبوت کی ضرورت پڑتی ہے اور اعمال صالحہ کا علم اور اُنکی تعمیل خود نبوت پر
موقوف ہے نبوت اُنپر کیونکر موقوف ہوگی جو اُنکو مدار نبوت کہیئے اور سوا اعمال و معجزات
اس کام کے لیئے اگر نظر پڑتی ہے تو ف اخلاق حمیدہ پر پڑتی ہے اُنکا حصول نبوت پر موقوف
نہیں آدمی کی ذات کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اگر کسی کے اخلاق حمیدہ یعنی موافق مرضی
خداوندی ہونگے تو پھر نظر عنایت خداوندی اسکے حال پر کیوں نہ ہوگی لیکن اتنی بات اور
قابل گذارش ہے کہ جیسے انوار میں باہم فرق مراتب ہے آفتاب و قمر و کواکب و آئینہائے
قلعی دار و ذرات و زمین میں دیکھئے کتنا فرق ہے۔ ایسے ہی اخلاق میں بنی آدم باہم متفاوت
ہیں سو جو لوگ فہم و اخلاق میں بمنزلۂ شمس و قمر و کواکب ہوں وہ تو نبی ہو سکتے ہیں اور جو لوگ
بمنزلۂ آئینہ و ذرہ و زمین مستفیض ہوں وہ لوگ سب اُمتی ہونگے یوں کوئی ولی یا صالح ہو تو ہو
غرض انبیاء کی حقیقت امتیوں سے حقائق کے فہم و اخلاق کی اصل ہوتی ہے جیسے آفتاب و
قمر و کواکب آئینوں اور ذروں اور زمین کے انوار کی اصل ہیں سو جو لوگ دو بارۂ اخلاق اصل
ہوں قابل انعام ہونگے کیونکہ جب اوروں سے اوپر ہوئے تو خداوند عالم جو سب سے عالی مراتب
ہے اُن سے بہ نسبت اوروں کے قریب ہوگا اسلیئے تقرب مشارٌ الیہ جو نبیوں کو ضرور ہے
اُنہیں کو میسر آئیگا اور خلافت خداوندی کے مستحق وہی ہونگے کیونکہ بادشاہ کی ماتحتی
اور اُس کی خلافت بجز مقربان درگاہ اور کسی کو میسر نہیں آسکتی سو نبوت میں بجز خلافت
خداوندی اور کیا ہوتا ہے جیسے حکام ماتحت کے احکام بعینہ وہ احکام بادشاہی ہوتے
ہیں ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کے احکام بعینہ احکام خدا تعالیٰ ہوتے ہیں۔ بالجملہ بناء
نبوت اخلاق حمیدہ کے کمال پر ہے۔ مگر ہم نے غور سے دیکھا تو اخلاق رسول اللہ صلی اللہ

ف یعنی جب معجزات سے کام نہ چلا اور اعمال صالحہ سے بھی کام نہ نکلا تو اب لائق انعام نبوت اگر ہیں تو وہی اخلاق حمیدہ ہیں ورنہ اصل کار گزاری … نبوت فہم سلیم سے متعلق ہے … نبی کا کام … تعلیم ہے جس … علم کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے کہ علم اگر ہے تو حصہ فہم سلیم ہے ۱۲ منہ

علیہ وسلم سے کسی کو بڑھکر نہ پایا۔ آپ کے اخلاق کی ایک تو یہی بڑی دلیل ہے ہمارے دین
کے نزدیک موجب اعتراض ہے اور لوگ جہاد کو بڑا اعتراض اس مذہب پر سمجھتے ہیں مگر
قطع نظر اس سے کہ جہاد اور دینوں میں بھی تھا اور عقل سلیم کے نزدیک بیشک ایک عمدہ
سامان تہذیب عالم اور ذریعۂ رفع شرک و الحاد و فتنہ و فساد ہے بے لشکر جرار ممکن نہ تھا
سو یہ لشکر جرار جس نے روم و شام و عراق و ایران و مصر و یمن کو زیر و زبر کر دیا آپ کو کیونکر میسر
آیا بظاہر فراہمی لشکر دُنیا میں دو دیکھتے ہیں مال و دولت یا حکومت کی جبر و تعدّی سو آپ
میں دونوں نہ تھے آپ کہیں کے بادشاہ نہ تھے بادشاہزادے نہ تھے تاجر نہ تھے جاگیردار
نہ تھے تعلقہ دار نہ تھے جو یوں کہئے لشکر نوکر رکھا اور یہ کارنمایاں کر دکھایا حاکم نہ تھے جابر
نہ تھے جو یوں کہئے ایک ایک دو دو آدمی گھر پیچھے مثلاً جیسے بعض سلطنتوں کے قصے سُنتے
ہیں منگا بھیجے اور یہ سانحہ برپا کیا بجز اخلاق اور کیا چیز تھی جس نے یہ تسخیر کی اور برابر
کے بھائیوں کو ایسا مسخر کر دیا کہ جہاں آپکا پسینا گرے وہاں خون گرائیں پھر یہ بھی
نہیں کہ ایک دو روز کا ولولہ تھا ہو چکا عمر بھر یہی کیفیت رہی آپ ہی کے پیچھے گھر سے
بے گھر ہوئے زن و فرزند کو چھوڑا گھر بار سب پر خاک ڈالی خویش و اقربا سے لڑے انکو
مارا یا اُنکے ہاتھوں سے مارے گئے یہ آپ کے اخلاق اور آپ کی محبت نہ تھی تو اور کیا
تھا۔ غرض ملک عرب جیسے بے پیروں خود سروں کو ایسا مٹھی میں لیا کہ کسی نرم مزاج
غریب طبیعت کے لوگوں کے کسی گروہ کی نسبت بھی ایسی تسخیر آج تک کسی نے نہ سُنی
ہوگی ایسے اخلاق کوئی بتلائے تو سہی۔ حضرت آدم علیہ السلام میں تھے یا حضرت نوح
علیہ السلام میں تھے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام میں تھے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھے
یا حضرت عیسےٰ علیہ السلام میں تھے یا کسی اور میں تھے انصاف سے کوئی صاحب بتلائیں تو
سہی اس قسم کے اخلاق کا کوئی اور شخص ہوا ہے۔ یہی تقریر ہو رہی تھی اور لوگوں پر ایک
کیفیت تھی ہر کوئی ہمہ تن گوش ہو کے مولوی صاحب کی جانب تک رہا تھا کسی کی آنکھوں

ئیں بہتے ہیں آنسو۔ کسی کی آنکھوں ہیں حیرت۔ پادریوں کی یہ حالت کہ ششدر بےحس و حرکت۔ جو پادری صاحب نے اطلاع دی آپکا وقت ہو چکا۔ سُننے والوں کو ارمان رہ گیا۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا صاحبو تنگئے وقت سے معذور ہوں ورنہ انشاء اللہ تمام کر دیتا جو کچھ کہا دریا میں کا ایک قطرہ سمجھئے سوتی میاں صاحب نے پکار کر کہا صاحبو سُنلو جو کچھ بیان ہوا یہ دریا میں کا ایک قطرہ ہے۔ خیر جناب مولوی محمد قاسم صاحب تو اپنی جائے پر جا بیٹھے اور پادری نولس صاحب کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا واقعی مسلمانوں میں توحید بہت عمدہ ہے پر کاش اس کے ساتھ تثلیث کا بھی ان میں اعتقا ہوتا پھر اس کے بعد اوّل تو عہد عتیق کی کسی کتاب کا حوالہ ذکر کیا کہ دیکھو اس سے بھی تثلیث ثابت ہوتی ہے اس کے بعد دلائل عقلیہ پر جھکے اور بزعم خود یہ ثابت کیا کہ توحید بے تثلیث سمجھ ہی میں نہیں آتی اور توحید بے تثلیث ممکن ہی نہیں فرماتے ہیں دیکھو ہم ایک کا ہندسہ لکھتے ہیں اور اُس میں طول بھی ہوتا ہے عمق بھی ہوتا ہے وہ ہندسہ ایک ہے پر بے ان تین باتوں کے موجود نہیں ہو سکتا۔ آدمی کی روح ایک ہے مگر اس میں خواہش بھی ہے قوت خیالیہ بھی ہے اور خدا جانے ایک کوئی اور چیز کہی اور کہا دیکھو روح ایک ہے پر بے ان تین باتوں کے ہو نہیں سکتی۔ دیکھو درخت ایک ہے پر اُس میں جڑ بھی ہے شاخیں بھی ہیں پتے بھی ہیں۔ وہ ایک بے اِن تین چیزوں کے نہیں ہوتا۔ غرض اثبات تثلیث میں یہ دلفریب باتیں کرتے کرتے تقدیر کے مسئلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا کہ مسلمانوں کے مذہب میں ایک اور نقصان ہے کہ ان کے ہاں تقدیر کی تعلیم کی جاتی ہے اور اس کی سند میں کہا سورہ تغابن میں ہے ہو الذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مؤمن۔ جس کے یہ معنے ہیں اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تم کو اس طرح کہ کوئی تم میں سے کافر اور کوئی مومن۔ اسپر مولوی محمد قاسم صاحب بولے پادری صاحب میں کچھ عرض کیا چاہتا ہوں ایک دو بات کہہ لوں پھر آپ فرمائے جائیگا۔ کل آپ ہم پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ آپنے اپنے مذہب کے فضائل بیان

کئے ہم پر اعتراض کردیئے آج آپنے بھی وہی شیوہ اختیار کیا تو دوسرے اس مسئلہ تقدیر کو پیش کرنا آپکی مغلوبیت کے آثار میں سے ہے پادری صاحبوں کی یہ آخری چال ہوتی ہے۔ جب سب طرف سے مجبور ہوجاتے ہیں تو تقدیر کے مسئلہ کو پیش کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اہل اسلام کو اس کا جواب نہ آئیگا۔ مگر میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ اس اعتراض کو بھی پیش کرلیجئے ہم انشاء اللہ اس کا بھی جواب دینگے یہ کہکر کہا اب فرمائیے آخر پادری صاحب نے یہ مضمون ادا کیا کہ اگر تقدیر کو مانیئے تو بندہ بے گناہ اور خدا ظالم ہوگا جو پہلے سے بہت سے آدمیوں کو جہنم کے لئے تجویز کرلیا اور پھر اُسی کے موافق کیا اُس کو نکالنا تھا نہ دھکا دینا تھا علاوہ بریں آدمی سب ایک سے ہیں جیسے سارے آدمیوں کے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کان ایک سے ہیں۔ ایسے ہی روحوں کو بھی سمجھئے غرض یہ فرق کفر و ایمان پہلے سے نہیں اپنے آپ کوئی مومن ہوجاؤ یا کافر ہوجاؤ جس وقت پادری صاحب یہ فرما رہے تھے کہ سب آدمیوں کی آنکھ ناک ایک سی ہیں۔ تو مولوی نعمان خاں صاحب کیا فرماتے ہیں پادری صاحب مجھ کو اور اپنے آپ کو مستثنٰے کرلیجئے میں بھی گنجا ہوں آپ بھی گنجے ہیں یا اس قسم کی بات کسی اور کرسٹان نے کہی تھی اُس پر مولوی صاحب نے یہ فرمایا سو پادری صاحب بھی متبسم کرنے لگے اور ماسٹر جعل وغیرہ کرسٹان جو اُنکے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے بہت ہی ہنسے۔ مگر پادری صاحب اپنی کہے چلے جاتے تھے جو پندرہ منٹ ہوچکے اپنے نزدیک مضمون کو ناتمام سمجھ کر مولوی محمد قاسم صاحب وغیرہ کی طرف مخاطب ہوکر کیا کہتے ہیں اگر آپ صاحب مہربانی فرماکر کچھ اور مہلت دیں تو ہم کچھ اور بیان کرلیں۔ اس پر اوروں کی تو رائے نہ تھی کہ اُنکو مہلت دیجائے یعنے جب وہ ہم کو مہلت نہیں دیتے تو ہم کیوں دیں۔ اچھا ان کا بھی مضمون ناتمام ہی رہے مگر مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ سمجھ کر کہ ہم ان کو مہلت دینگے تو یہ بھی ہم کو مہلت دینگے پھر ہم انشاء اللہ بہت کچھ بیان کرلینگے ادھر ان کو اس بات کے کہنے کی گنجائیش نہ رہیگی

کہ ہمارے اعتراض بیان نہ ہونے پائے ورنہ حقیقت معلوم ہوتی یہ کہا پادری صاحب ہم آپ کی طرح نہیں کہ اجازت ہی نہ دیں ہماری طرف سے اجازت ہے آپ پندرہ منٹ کی جگہ بیس منٹ بیان کریں پچیس منٹ بیان کریں تیس منٹ بیان کریں آپ حسب دلخواہ بیان کرلیں ہم انشاء اللہ سب کا جواب دینگے۔ قصہ کوتاہ پادری صاحب نے اُس ایک مضمون کو بہت دیر تک بیان کیا اور اپنا سارا خوب زور مارا تیس منٹ جب ہو چکے تب چپکے ہوئے وہ بیٹھے اور جناب مولوی محمد قاسم صاحب کھڑے ہوئے اور ہنسکر یہ فرمایا لیجیے پادری صاحب اب ہم کو بھی تیس منٹ کی اجازت دیجیے لاچار ہوکر پادری صاحب کو اجازت دینی پڑی۔ جناب مولوی محمد قاسم صاحب اُسی میز کے پاس تشریف لے گئے اور اوّل یہ کہا کہ کل کے جلسہ میں تو ہماری طبیعت بہت کبیدہ تھی۔ پادری صاحبوں کی طرف سے وہ لوگ کھڑے ہوتے تھے جن کو گفتگو کا سلیقہ نہ تھا الفاظ سے اوقات کی خانہ پُری کر دیتے تھے۔ مگر ہاں آج ہماری طبیعت بہت محظوظ ہوئی۔ پادری صاحب بہت خوش تقریر اور صاحب سلیقہ ہیں انکی باتوں کے جواب دینے کو ہمارا بھی جی چاہتا ہے مگر باوجود اس لیاقت کے پادری صاحب نے ایسی ایسی غلطیاں کھائی ہیں کہ کیا کہئے۔ میں بغرض توہین پادری صاحب نہیں کہتا امر واقعی بیان کرتا ہوں۔ پادری صاحب کا دعوے کچھ ہے اور دلیل کچھ ہے سوال از آسماں جواب از ریسماں۔ دعوے تو یہ کرتے ہیں کہ جیسے ہمارا خدا واحد حقیقی ہے ایسے ہی وہ باوجود وحدۃ حقیقی کے کثیر بھی حقیقی ہے یعنی حقیقت میں تین بھی ہے سو اس اجتماع وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کے لئے پادری صاحب نے دلیل بیان کی تو وہ کی جس سے کثرت حقیقی اور وحدت اعتباری کا اجتماع ثابت ہوتا ہے نہ اصل مطلب کا اثبات۔ پادری صاحب نے جتنی مثالیں بیان فرمائیں سب اسی قسم کی ہیں توضیح کے لئے اوّل ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ سُنئے اگر شکر ایک برتن میں ہو اور کیوڑہ ایک برتن میں اور پانی ایک برتن میں اور پھر ان تینوں کو ایک کٹوڑے میں

ڈالکر شربت بنائیں تو گو دیکھنے میں وہ تینوں فی الحال ایک چیز نظر آتی ہیں مگر عقل صاحب
ہنوز ان تینوں چیزوں کو بدستور کثیر مختلف الحقیقت سمجھتی ہے۔ غرض ان تین چیزوں
کو تین مزوں کے لئے ملایا ہے اگر وہ تینوں شربت بن جانے کے وقت تین نہ رہتیں تو
وہ تین باتیں جو مطلوب تھیں یعنی شیرینی اور خوشبو اور تسکین حرارت یا یوں کہئے رفع
تشنگی کا ہے کو حاصل ہوتیں کچھ اور ہی بات ہو جاتی سو جیسے یہاں تین چیزیں ایک
ظرف میں اکٹھی ہو گئیں ہیں اور اس وجہ سے باوجود کثرت اور تثلیث حقیقی کے مشاہدہ
کے وقت ایک نظر آتی ہیں اور آنکھ سے ہر ایک جزو کو جدا جدا تمیز نہیں کر سکتے ایسے
ہی پادری صاحب نے جتنی مثالیں بیان فرمائیں اُن سب میں تین تین چیزیں ایک جا
اکٹھی ہیں اور نظر سرسری اجمالی میں ہر جگہ وہ تینوں ایک نظر آتی ہیں اور باہم متمیز نہیں
ہوتیں ورنہ حقیقت میں سب مثالوں میں مضامین مختلفہ مجتمع ہیں عقل حقیقت بین کی نزدیک
ہنوز بدستور ایک دوسرے سے متمیز ہے یعنے ہر ایک کے آثار و لوازم جُدے جُدے ہیں
ہر ایک سے جدی بات مطلوب ہے خواہش نفسانی کا مثلاً کچھ اور کام ہے اور قوت
خیالیہ کا کچھ اور اگر بعد اجتماع کثرت نہ رہتی وحدت ہو جاتی تو یہ تین مطلب کا ہے کو
حاصل ہوتے اسی طرح اور مثالوں کو سمجھ لیجیے۔ الغرض طول عرض عمق تین مضمون
ایک جا اکٹھے ہو گئے ہیں اور اسی طرح جڑھ اور شاخیں اور پتے تین جدی جدی باتیں
ایک جا اکٹھی ہو گئی ہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے (اہل فہم کو معلوم ہو گا کہ درخت کی مثال میں
ہر ایک کی جدائی ایسی ظاہر ہے کہ آنکھوں سے بھی معلوم ہوتی ہے) علاوہ بریں اگر
یہی اتحاد اور وحدت ہے تو ایسا اتحاد اور وحدت تو اور اعداد میں بھی پایا جاتا ہے۔
تین ہی کی کیا خصوصیت ہے جو تثلیث کا تو اعتقاد ہے اور تربیع و تخمیس وغیرہ سے انکار
پادری صاحب نے جتنی مثالیں بیان فرمائیں اُنہیں کو غور کیجئے تو تین سے زیادہ زیادہ
مضمون مجتمع ہیں ایک کا ہندسہ اگر لکھتے ہیں تو سوا طول و عرض و عمق موہوم کے اُس میں

سیاہی، اور سیاہی کی چمک اور خوبصورتی وغیرہ بھی پائی جاتی ہے ایک جان میں کتنی صفات اور احوال ہوتے ہیں ایک پادری صاحب میں کس قدر اخلاق حمیدہ ہیں اور ایک خدا تعالیٰ میں کتنی صفات کمالی ہیں۔ ایک درخت میں ہزاروں شاخیں ہزاروں پتے میں ہزاروں پھول ہیں اور پھر ہر شاخ و برگ اور پھل پھول میں کس قدر رگیں اور رنگتیں ہیں علیٰ ہذا القیاس یہ ایک خیمہ ہے اور اس میں کتنی چوبیں ہیں اور کتنے آدمی ہیں ایک کے ہندسہ میں یہ سب کچھ ہے۔ اور پھر ایک کا ایک روح انسانی میں یہ سب کچھ ہے اور پھر ایک کی ایک ذات خداوندی میں غیر متناہی صفات کمال ہیں اور پھر ایک کی ایک پادری صاحب میں یہ سب کچھ ہے اور پھر ایک کے ایک درخت میں یہ سب کچھ ہے اور پھر ایک کا ایک اگر یہی اجتماع کثرت حقیقی اور وحدت حقیقی ہے تو پادری صاحب نے تثلیث ہی پر کیوں قناعت فرمائی تربیع تخمیس بلکہ تسدیس و تسبیع و تثمین بلکہ تالیف وغیرہ کا اعتقاد بھی پادری صاحب کو ضرور تھا پھر اسپر پادری صاحب نے یہ کیسی اُلٹی بات کہی کہ توحید بے تثلیث کے نہیں ہو سکتی اگر کہنا تھا تو یہ کہنا تھا کہ تثلیث بے توحید سمجھ میں نہیں آتی اور ممکن ہی نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ ثلثہ تین واحدوں کو کہتے ہیں تین واحدوں کے اکٹھے ہو جانے سے ثلثہ بن جاتا ہے یعنی تین واحد کے اجتماع سے تین کا عدد حاصل ہوتا ہے سو اس سے ظاہر ہے کہ تین کا سمجھنا اور تین کا وجود بے واحد ممکن نہیں اور ایک کا وجود اور ایک کا سمجھ لینا بے تین کے متصور ہے اور ان سب باتوں سے قطع نظر کیجے وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کا ایک شے میں مجتمع ہونا محال ہے جیسے ایک وقت میں ایک شے کا ہونا اور نہ ہونا اور ایک وقت میں ایک جا پر دھوپ اور سایہ کا ہونا اور گرمی اور سردی کا ہونا محال ہے کسی عاقل کی عقل اُسکو تجویز نہیں کر سکتی ایسے ہی وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کے اجتماع کو کسی کی عقل تجویز نہیں کر سکتی علاوہ بریں جاہلوں کو ہر فن میں اس فن کے اہل کمال کا اتباع اور تقلید ضروری ہے اس نظر سے بھی اس اجتماع کے محال ہونے کو ماننا

لازم تھا کیونکہ یہ مسئلہ منجملہ مسائل معقول ہے سو تمام معقولیوں کا اس پر اتفاق رہے کہ اجتماع النقیضین اور اجتماع الضدین محال ہے۔ پھر جب وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی دونوں باہم متضاد ہوں تو ان دونوں کا ایک جا پر اجتماع کیونکر تسلیم کیا جائے۔ حاصل تقریر مسئلہ تثلیث تو ہو چکا لیکن بغرض توضیح راقم کی یہ گذارش ہے کہ اگر کوئی کم عقل بھی یہ تجویز کر سکے کہ وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی میں تضاد نہیں تو البتہ معتقدان تثلیث کو اہل عقل نہ سہی دیوانوں ہی کے سامنے منہ کرنے کی گنجائش ملتی مگر جب کوئی شخص بھی اس مضمون کو تجویز نہ کر سکے تو پھر خدا جانے کس بھروسہ اس مسئلہ کو اہل توحید کے سامنے پیش کیا کرتے ہیں۔ تمام جہان کے مذاہب کو دیکھئے تو کوئی مذہب کتنا ہی باطل کیوں نہ ہو پر اس میں بھی ایسا مسئلہ مخالف عقل نہ ہو گا جیسا مسئلہ تثلیث مخالف عقل ہے مگر افسوس صد افسوس ایسی بات تو قبول کر لیں اور ایسے ایسے بیہودہ اعتراض کریں جن کے لئے اہل عقل کے نزدیک جواب کی حاجت ہی نہ ہو۔ اگر اس قسم کی باتوں کا بھی تسلیم کر لینا انسان کے ذمہ ہے تو ظلم۔ قتل۔ جھوٹ۔ فریب۔ زنا۔ اغلام وغیرہ گناہان اور مخالفت خدا و انبیاء کا طاعت و عبادت ہونا بھی واجب التسلیم ہو گا کیونکہ ان باتوں کا طاعت و عبادت ہونا اس قدر دور از عقل نہیں جس قدر وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کا اجتماع دور از عقل ہے یہ کیا انصاف ہے کہ تثلیث اور کفارہ کو تو باوجود مخالفت عقل مان لیجے اور دین محمدی کو جس پر مخالفت عقل سلیم کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا تسلیم نہ کیجے باوجود اجتماع خورد نوش اور اضطرار بول و براز و مرض و موت اور بیچارگی وقت قتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کو تسلیم کر لیں اور اُن کے اقرار عبودیت اور بنی آدم ہونے پر بھی کچھ خیال نہ کریں اور باوجود ظہور معجزات اور دلالت اخلاق و افعال و دیگر علامات و عدم مخالفت عقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں تامل ہو عقل رہبر دین و دُنیا ہے۔ اُس کی مخالفت پر کمر باندھی تو پھر

وہ کیا چیز ہے جس کا اتباع کیا جائیگا۔ خیر اس کے بعد اعتراض متعلق مسئلہ تقدیر کی نوبت آئی مگر غالباً مولوی صاحب نے پھر یہ کہا کہ پادری صاحبوں کا دستور ہے کہ جب کچھ بن نہیں پڑتی تو مسئلہ تقدیر کو لے دوڑتے ہیں یہ آخری چال اور آخری تدبیر ان صاحبوں کی ہوتی ہے پادری صاحب کی مغلوبیت کی نشانی ہے جو مسئلہ کی نوبت آئی مگر بنام خدا ہم بھی انشاء اللہ اس کا جواب شافی دیتے ہیں ہاں بوجہ تنگی وقت اور نیز بلحاظ حاضرین باریک مضامین کے بیان کرنے سے تو میں معذور ہوں ایک دو موٹی بات عرض کرتا ہوں۔ اس پر ایک دیسی پادری صاحب جن کے گلے میں فوجی تمغہ پڑا ہوا تھا نام اُن کا یاد نہیں اینگ تھا یا کچھ اور بولے آپ پہلوتہی کرتے ہیں۔ مولوی احمد حسن صاحب امروہی کو اس پر غصہ آگیا دو چار ترش باتیں اُنکو سنائیں۔ مگر جناب مولوی محمد قاسم صاحب نے مولوی صاحب کو تھاما اور کہا آپ کو نہیں کہتے مجھ کو کہتے ہیں اِدھر پادری صاحب موصوف سے کہا آپ بڑے پادری صاحب سے اجازت دلوائیں پھر دیکھیں میں پہلوتہی کرتا ہوں یا بیان کرتا ہوں۔ قصہ کوتاہ پادری صاحب موصوف تو کچھ نہ بولے اور جناب مولوی محمد قاسم صاحب نے اپنا مطلب شروع کیا بغرض توضیح اول ایک مثال بیان کی اور یہ کہا فرض کرو ایک قطعہ زمین کسی شخص کا افتادہ ہے جس میں مکان و دیوار کچھ نہیں مالک زمین نے چاہا اس میں مکان بنائے بحیثیت مالکیت مالک مذکور کو اختیار ہے جس طرف جو چاہے بنائے دالان بنائے چاہے باورچی خانہ چاہے پاخانہ یا غسلخانہ بنائے زمین کی طرف سے کچھ انکار نہیں۔ گویا قطعۂ زمین بزبانِ حال دو دستہ عرض کرتا ہے میں ہر طرح حاضر ہوں جس طرف جو چاہیئے بنائیے خیر مالک زمین نے اپنے نزدیک مناسب نامناسب دیکھ کر کہیں دالان در دالان یا آگے پیچھے دالان اور کوٹھا بنایا کہیں کوٹھری کہیں باورچیخانہ کہیں غسلخانہ کہیں پاخانہ کہیں بدررو موری کہیں دروازہ بنا کر مکان کو تیار کیا مگر جیسے

قبل تعمیر صاحب زمین کو اس بات کا اختیار تھا کہ جہاں جو چاہے بناتے ایسے ہی بعد بنالینے
کے اس بات کا اختیار ہے کہ جہاں جو چاہے کرے دالان میں پاخانہ پھر دو تو اُس کو
انکار نہیں اور پاخانہ میں جاکر جلوہیں کرو تو اُس کو دشوار نہیں۔ ہاں پہلے بناتے وقت
مناسب نامناسب کا لحاظ تھا کام کرتے وقت بھی مناسب نامناسب کا لحاظ ہوگا
یعنے پہلے مثلاً اس بات کا خیال تھا کہ اگر موقع بے موقع دالان وغیرہ بنایا جائیگا تو نقشہ
مکان ناموزوں ہو جائیگا۔ اب یہ خیال پیش نظر ہوگا کہ اگر موقع بے موقع کام کیا جائیگا
تو خلاف تہذیب وعقل سمجھا جائیگا۔ لیکن اس صورت میں اگر فرض کرو پاخانہ کو زبان
عنایت کی جائے اور وہ یہ عرض کرے کہ میں نے کیا تقصیر کی ہے جس کے عوض یہ
سزا ملتی ہے کہ ہر روز پاخانہ اور نجاست ڈالا جاتا ہے اور دالان اور شہ نشین نے کونسا
انعام کا کام کیا ہے جس پر بوریا بچھا کر شطرنجی بچھاتے ہیں اور پھر چاندنی اس پر قالین
بچھایا جاتا ہے گاؤتکئے رکھے جاتے ہیں شیشہ آلات سے آراستہ کرتے ہیں جھاڑ اور
فانوس روشن کئے جاتے ہیں گلدستے رکھے جاتے ہیں۔ عطر سے معطر کرتے ہیں گلاب
پاشی سے رشک گلزار بنادیتے ہیں۔ تو میں حاضران جلسہ سے پوچھتا ہوں کہ اس صورت
میں مالک زمین ومکان کی طرف سے یہی جواب ہوگا یا کچھ اور کہ تو اسی قابل ہے اور
تجھکو اسی لئے بنایا ہے اور دالان اُسی قابل ہے اور اُس کو اُسی لئے بنایا ہے مگر
جب ہم تم اس تھوڑے سے نام کی مالکیت کے بھروسے زمین ومکان وپاخانہ پر یہ تحکم
کر سکیں تو کیا خداوند مالک الملک وحدہ لاشریک لہ اپنی مخلوقات پر یہ تحکم نہ کر سکیگا ہماری
تمہاری مالکیت بھی برائے نام اور قبضہ وتصرف بھی برائے نام بیع وشراء سے ملک
اور قبضہ اُٹھ جائے مرجائیں تو ملک اور قبضہ اُٹھ جائے پھر مکان کا وجود بانی مکان کے
وجود کا تابع نہیں بانی مکان مرجائے تو مکان نہیں مرتا اس پر تو یہ تحکم ہو خداوند مالک الملک
کا قبضہ بھی ایسا کہ اُٹھ نہیں سکتا ملک بھی ایسی کہ زوال کا احتمال نہیں بلکہ جیسے آفتاب

دھوپ با اس بعد پر کہ لاکھوں کوس اُس سے دُور ہے اس طرح قابض نہ ہے کہ آئے تو ساتھ لائے اور جائے تو ساتھ لے جائے اور زمین باوجود اِس قرب کے کہ اُس میں اور دھوپ میں کوئی حجاب نہیں اتنا بھی دھوپ پر اختیار نہیں رکھتی کہ گھڑی دو گھڑی کے لئے ہی رکھ لے آفتاب چلا جائے اور دھوپ نہ جائے ایسی ہی خدا، خدا مالک الملک اور موجودات کے وجود کو سمجھو۔ ہمارے وجود کو باوجودیکہ خدا کے وجود سے علٰحدگی ہے یعنے یہ نہیں کہ خدا اور بندے ایک ہوں پھر خدا کے قبض و تصرف میں اس طرح سے ہے کہ اُس کی طرف سے ارادہ ہو تو ملے نہ ہو تو نہ ملے اور وجود ہم سے گو اتنا قریب ہے کہ ہم میں اور اُس میں کچھ فاصلہ نہیں کوئی حجاب نہیں مگر پھر ہمارے اختیار میں نہیں خدا چاہے تو ہم سے چھین لے اور ہم چاہیں تو خدا سے اپنا وجود چھین کر رکھ نہیں سکتے یا یوں سمجھو مالک مکان اگر اپنے مکان میں رعیت بسائے تو گو خود اس مکان سے دُور ہے اور رعیّت کے لوگ اس میں رہتے ہیں پر جس قدر مالک مکان اُس مکان پر قابض ہوتا ہے اُس قدر رعیت کے لوگ اُس پر قابض نہیں ہوتے مالک مکان چاہے تو رعیت کو مکان سے نکال دے اور رعیت کے لوگ چاہیں تو بطور خود مالک مکان کو بیدخل نہیں کر سکتے غرض ہمارا وجود گو ہم سے متصل ہو پر ہمارے قبضہ میں نہیں خدا کے قبضہ میں ہے گو اُس سے علٰحدہ ہے پھر جیسے قبضۂ آفتاب دھوپ سے اُٹھ نہیں سکتا ایسے ہی خدا کا قبضہ ہمارے وجود سے اُٹھ نہیں سکتا اور جب اُسکا قبضہ ہمارے وجود سے اُٹھ نہیں سکتا تو اُس کی ملک بھی قابلِ زوال نہیں یعنی علت ملک یہی قبضۂ کامل ہے جانورانِ صحرائی اور ماہیانِ دریائی وغیرہ اشیاء اگر ملک میں آتی ہیں تو اس قبضہ ہی سے آتی ہیں اور بیع و شراء و ہبہ وغیرہ میں یہ قبضہ ہی منتقل اور متبدل ہو جاتا ہے علاوہ بریں جیسے نورِ زمین جسے دھوپ کہتے ہیں زمین کا خانہ زاد نہیں آفتاب سے مستعار ہے اور آفتاب کا خانہ زاد ہے ایسے ہی ہمارا

وجود ہمارا خانہ زاد نہیں ہمارے پاس خدا کی طرف سے مستعار ہے ہاں خدا کا خانہ زاد
ہے اور ظاہر ہے کہ مستعار چیز اپنی ملک نہیں ہوتی اُسی کی ملک ہوتی ہے جس کی
طرف سے عطا ہوتی ہے یعنی جس کی خانہ زاد ہوتی ہے پھر اس پر سے اس کا قبضہ
اُٹھ نہیں سکتا جو بیع وشرا و ہبہ و تملیک کا احتمال ہو اس صورت میں کیونکر کہہ دیجے
کہ خدا کی ملک قابل زوال ہے بلکہ خواہ مخواہ اس کا اقرار ضروری ہے کہ خدا کی ملک ازلی
اور ابدی ہے الحاصل اس نام کے قبضہ اور مالکیت پر جو ہمیشہ معرض زوال میں رہتی ہو
ہم کو اس تحکم کی اجازت ہے اور کسی کو اُس پر اعتراض نہیں تو اُس خداوند عالم مالک
الملک کو جس کی مالکیت ازلی اور ابدی ہے اور اُس کا قبضہ دائمی اور سرمدی ہے
اُسی کے اپنے وجود سے ہم سب کو وجود عنایت کیا اس قدر تحکم کا کیونکر اختیار نہ ہوگا
کیا وہ گنہگاروں سے یہ نہ کہہ سکیگا کہ تم اسی لائق ہو اور تمہیں اسی لئے بنایا ہے۔
اور مطیع و فرمانبردار اُسی لائق ہیں اور انہیں اُسی کے لئے بنایا ہے غرض مجموعۂ
عالم میں نیک و بد کے اجتماع سے اس طرح موزونی پیدا ہوتی ہے جیسے دالان اور
باورچی خانہ وغیرہ کی فراہمی سے مکان کی موزونی پیدا ہوتی ہے جیسے وہاں دونوں
کے اجتماع میں کمال مکان ہے ایسے ہی یہاں بھی دونوں کے اجتماع میں کمال عالم ہے
اس قسم کی تقریروں کے بعد وقت میں گنجائش نہ رہی تیس منٹ ہو چکے مولوی محمد قاسم
صاحب تو بیٹھ گئے پادری نولس صاحب کھڑے ہوئے اور فقط اتنا فرمایا کہ میں جانوں
پاخانہ کی مثال اچھی نہیں اور اُسی وقت ایک کرشتان اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے آہستہ سے
بولے اچھا زمین کو نعوذ باللہ خدا کا پاخانہ بنایا۔ مولوی محمد قاسم صاحب یہ سُنکر پھر پھر
آموجود ہوئے اور یہ کہا کہ مثالوں میں مناقشہ انصاف سے بہت بعید ہے مالک مکان
اور مکانات مثل دالان پاخانہ وغیرہ میں اتنا تو تناسب ہے کہ یہ بھی مخلوق وہ بھی مخلوق
خدا میں اور مخلوقات میں اتنا بھی تناسب نہیں وہ خالق تو یہ مخلوق وہ واجب الوجود

تو یہ ممکن الوجود انکا رتبہ تو پاخانہ سے بھی کمتر ہے خصوصاً گنہگاروں اور کافروں کا رتبہ تو اس سے بھی کم ہے علاوہ بریں خداتعالیٰ اور بندوں کی مثالیں سب مذہبوں میں موجود ہیں حاصل اُن مثالوں کا یہی ہوتا ہے کہ خدا کامل ہے اور مخلوقات ناقص جب امثلہ مشارٌالیہ میں فقط کمال اور نقصان پر نظر ٹھیری اور سوا اُسکے اور خصوصیات پر جو خداوند جل مجدہ میں اُن کا تصور منجملہ تصور محالات ہی نظر نہوئی تو مکان کی مثال مذکور میں بھی اتنی ہی بات پر نظر رکھنی چاہئے کہ جیسے مکان کی عمارات میں فرق کامل و ناقص ہے اور پھر اُسپر سب کے سب زیر حکم و زیر تصرف مالک مکان رہتے ہیں نہ کامل کو سرتابی کی گنجائش نہ ناقص کو حکم و تحکم سے انکار ایسے ہی عالم میں بھی فرق کامل و ناقص ہے پھر اُس پر سب کے سب زیر حکم و تصرف خالق عالم ہیں علاوہ بریں یہ مثال نہیں اور مثال سہی یہ کہکر دوسری مثال بیان کی پر وہ مثال یاد نہیں آتی ہاں بعد اختتام مباحثہ اس قسم کے مضامین کے بیان میں مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ مثال کئی بار بیان فرمائی کہ بجائے پاخانہ گدھوں کا طویلہ اور سوروں کی آخور تجویز کر کے وہی سوال و جواب جو پاخانہ اور مالک مکان کے فیمابین فرض کئے تھے فرض کیجے اور پھر دیکھیے وہ اعتراض کہاں جاتا ہے۔ قصہ کوتاہ مولوی محمد قاسم صاحب کی خوش بیانی اور پادری صاحب کی افسردگی اُس وقت قابل دید تھی جب مولوی محمد قاسم صاحب فارغ ہوئے پادری صاحب نے فرمایا کہ اب بھائی ہندو اپنا بیان کریں چنانچہ اسی بات کو سُنکر ایک پنڈت موقع گفتگو پر آن کھڑے ہوئے مگر ایک دیسی پادری جو بڑے پادری صاحب کے قریب ہی بیٹھے تھے اور اُن کے اُٹھنے بیٹھنے سے یہ نمایاں تھا کہ بعد پادری نول صاحب انہیں کا رتبہ ہے پادری صاحب کی طرف جھک کر کان میں کچھ فرمانے لگے ظاہرا یہ معلوم ہوتا تھا کہ دفع بدنامی کے لئے اس بات کے خواستگار تھے کہ بنے یا نہ بنے کچھ غلط صحیح بیان کر کے بات بنانی چاہئے ورنہ یہی

مشہور ہوگا کہ مسلمانوں کی بات کا جواب نہ آیا خیر پادری صاحب اُن صاحب کی طرف
اشارہ کرکے فرماتے ہیں یہ بھائی کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں - مولوی محمد صاحب نے
کہا بیان کریں مگر پھر ہم بھی کچھ بیان کرینگے خیر کچھ گفت و شنود کے بعد وہ پادری صاحب
فرمانے پر آئے تو کیا فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب نے منطق کی بہت سی دلیلیں بیان
کی ہیں اور منطق ایسا علم ہے کہ اُس کی بہت سی باتیں کسی کی سمجھ میں نہیں آتیں اور
دلیلیں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک مطلک یعنے مطلق ایک مکید یعنے مقید مطلک وہ ہے جو احاطہ کے اندر ہو اور
مکید وہ ہے جو احاطہ سے باہر ہو غرض صحۃ لفظی اور صحۃ معنوی دونوں بدرجہ تمام تھیں
قاف کے بدلے کاف سے کام لیتے تھے اور مطلق کی تفسیر میں مقید کے معنے اور مقید
کی تفسیر میں مطلق کے معنے بیان فرماتے تھے اُس وقت مولوی رحیم اللہ صاحب و
مولوی فخر الحسن صاحب اور مولوی محمود حسن صاحب کی طرف دیکھ کر ہنستے اور
وہ بھی ہنستے اس پر مولوی محمد قاسم صاحب نے ارادہ کیا کہ کچھ بیان کریں غرض یہ
تھی کہ تمنے منطق جاننے والے دیکھے نہیں تم منطق کی باتوں کے سمجھنے کو کہتے ہو فضل الٰہی
اب بھی ایسے ایسے آدمی موجود ہیں جو منطق کو نئے سرے سے ایجاد کردیں مگر مولوی
احمد علی صاحب ساکن نگینہ نے روکا اور یہ کہا کہ کس کے مقابلہ میں کھڑے ہوتے ہو
حق واضح ہوگیا پھر کاہیکو اُٹھتے ہو غرض اس قسم کی گفتگو آخر جلسہ میں بیان کی مگر بعد
میں مولوی محمد قاسم صاحب سے سُنا کہ پاخانہ کی مثال پر پادری صاحب کس منہ سے
اعتراض کرتے ہیں یعنی اُنکا خدا تو بول و براز سے منزہ نہیں - خدا جانے نہ بیان کرنے
کا یہ باعث تھا کہ کسی کو بُرا نہ لگے یا اُس وقت خیال ہی نہ آیا اسکے بعد پھر ہندو کچھ کہتے
رہے اور اُنہیں کی تحریروں میں دو بج گئے اوّل اُس پنڈت نے ایک تحریر مختصر پڑھی
جسکے موقع گفتگو پر آنے کا ہم اوّل ذکر کرچکے ہیں وہ تحریر ناگری میں لکھی ہوئی تھی -
مضمون اُس کا اکثر اہلِ اسلام اس وجہ سے کم سمجھے کہ اُسکے اکثر الفاظ زبان سنسکرت کے

تھے اپنی سمجھ میں جس قدر آیا اور یاد رہا وہ یہ ہے کہ مباحثہ میں نفسانیت نہیں چاہئے اور شاید اُسی تحریر میں یہ بھی تھا کہ پادری صاحب جو ترجموں کی کثرت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ انجیل کتاب آسمانی ہے تو اُس کا یہ مطلب ہوا کہ جو چیز کثرت سے ہو وہ اچھی ہوتی ہے حالانکہ کیڑے مکوڑے عالم میں آدمیوں سے زیادہ ہیں اور افضل بنی آدم ہیں یا یہ مضمون یونہی زبانی اُن پنڈت صاحب نے بیان کیا تھا اور اغلب یہ ہے کہ اُس وقت اُن پنڈت صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ میں سب سے پوچھتا ہوں اور مولوی محمد قاسم کیطرف اشارہ کر کے کہا خاص ان مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ نبوۃ کے لئے کس چیز کی ضرورت ہے یا اسکے قریب کوئی اور مضمون تھا اسپر مولوی محمد قاسم صاحب سے پہلے پادری نولس صاحب نے فرمایا کہہ تو دیا اخلاق چاہئیں یعنی مولوی محمد قاسم صاحب کی تقریر کیطرف اشارہ کر کے کہا کہ انھوں نے بیان تو کر دیا ہے کہ نبوۃ کے لئے اخلاق کی ضرورت ہے اور اسی کے ساتھ مولوی محمد قاسم صاحب نے بھی یہی کہا سو وہ تو ایک دو بات کے بعد چُپ ہو رہا مگر ایک فقیر سر برہنہ آئے اور ایک تحریر طویل جو بخط ناگری لکھی ہوئی تھی لائے اور پڑھنی شروع کی اکثر الفاظ سنسکرت کے تھے اور اُسی زبان کے دوہرے اُس میں مرقوم تھے اس سبب سے اکثر اہلِ اسلام اُسکو پورا پورا نہ سمجھ سکے کسی قدر سمجھ میں آیا تو یہ آیا کہ ہندوؤں کی نسبت دربارۂ اعمال و اقوال کچھ دور و بک تھی باقی علمیت کی بات کوئی نہ تھی اسکے بعد منشی پیارے لال نے ایک تحریر پڑھی اُس میں گوشت کے حلال ہونے پر یہ اعتراض تھا کہ یہ ظلم ہے اور پھر اُسکے ساتھ یہ بھی تھا کہ اہل اسلام حرم کے جانوروں یعنی مکۂ معظمہ کے جنگل کے جانوروں کو نہیں کھاتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے نزدیک بھی گوشت کھانا جائز نہیں اسپر مولوی احمد حسن صاحب نے کچھ ایسا فرمایا کہ ظلم اُسے کہتے ہیں جو کسی کی چیز کو اُس کی خلاف مرضی اور بلا اجازت تصرف میں لائے اور اجازت سے تصرف کرے تو اُسکو ظلم نہیں کہتے۔ سو ہم جانوروں کو اگر کھاتے ہیں تو خدا کی اجازت سے کھاتے ہیں

باقی حرم کے جانوروں کا نہ کھانا ایسا ہی جیسا کہ کوئی شخص اپنے محبوب کے کوچہ کے جانوروں کو باوجودیکہ گوشت کھایا کرتا ہو کچھ نہ کہے اسکے بعد پادری نولس صاحب نے کھڑے ہو کر کہا شمال کیطرف بعض اقلیموں میں سردی کی کثرت کے باعث کھیتی گھانس کچھ نہیں ہوتی ہاں جانور البتہ ہوتے ہیں اور پھر اسپر وہاں بھی آدمی آباد ہیں اگر جانور حلال نہوں تو وہ سب آدمی ضائع ہو جائیں اور خدا تعالی کے رحم سے بہت بعید ہے کہ ایک مخلوق کو پیدا کرے اور اُنکے کھانیکے لئے کچھ غذا پیدا نہ کرے غرض وہاں یہی گوشت غذا ہے اگر حلال نہوں تو وہاں کے تمام آدمی مرجائیں اسکے بعد جلسہ برخاست ہؤا اور اہل اسلام سے یہ کہا گیا کہ کل گفتگو اور مباحثہ نہوگا اُٹھتے وقت مولوی محمد قاسم صاحب نے پادر پادری صاحب سے کہا ہم آپکے اخلاق کے بہت مشکور ہیں اور اب ہم رخصت ہوتے ہیں پادری صاحب نے فرمایا میں بھی آپ کے اخلاق سے بہت خوش ہؤا اور پھر نام ونشان و مکان پوچھا مولوی صاحب نے اپنا تاریخی نام خورشید حسین بتلایا اور یہ کہا میں ضلع سہارنپور کا رہنے والا ہوں قصہ مختصر میلا برخاست ہؤا باہر آتے ہی مولوی محمد قاسم صاحب کے گرد ایک ہجوم تھا ہندو مسلمان سب گھیرے کھڑے تھے مسلمانوں کی اُسوقت جو کیفیت تھی سو تھی مگر ہنود بھی بہت خوش تھے آپس میں کہتے تھے کہ نیلی لنگی والے مولوی نے پادریوں کو خوب ملٹ دی وہ پنڈت صاحب بھی اُسوقت مولوی صاحب کے پاس آ بیٹھے جنہوں نے جلسہ میں یہ کہا تھا کہ میں سب سے پوچھتا ہوں اور مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف اشارہ کرکے کہا تھا خاصکر ان سے اور اُسوقت یہ کہا کہ میں سچے جی سے مذہب کے مقدمہ میں پوچھنا چاہتا ہوں پر آدمی اُس سے پوچھے جو دوسرے کو سمجھا سکے یعنی اسلئے مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا جو کچھ آپ فرماتے ہیں ہمارے دل کو بھی لگتا ہے اور ہم آپ سے امید رکھتے ہیں کہ جو کچھ ہم کہینگے آپ بھی اُسکو صداقت صداقت ہی پر محمول کرینگے تعصب اور سخن پروری نہ سمجھینگے مگر مذہب کے باب میں اطمینان اسکے متصور نہیں کہ مہینہ پندرہ روز آپ اور ہم ساتھ رہیں اور باہم مذہب کی باتیں کرتے رہیں پنڈت جی نے کہا ہاں ٹھیک ہے اور کسی قدر ہمراہی کا بھی اقرار کیا مگر پھر اُنکا پتا نہ لگا تھوڑی دیر کے بعد موتی میاں صاحب نے اگر فرمایا پادری کہتے تھے کہ گو یہ صاحب یعنے مولوی محمد قاسم صاحب ہمارے خلاف کہتے تھے پر انصاف کی بات یہ ہے کہ ایسی تقریریں اور ایسے مضامین ہمنے نہ سنے تھے ادھر مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا پادری

باہم کہتے تھے کہ آج ہم مغلوب ہو گئے بعد عصر مرزا موحد صاحب پادری نولس صاحب کے پاس گئے ادھر اودھر
کی باتیں کرکے یہ کہا کہ توراۃ میں تصریح تقدیر کا ثبوت ہی پھر آپنے یہ کیا کیا جو تقدیر کا انکار کیا پادری صاحب نے
فرمایا ہاں توراۃ میں تقدیر کا ثبوت موجود ہی مگر عیسائیوں میں دو فرقے ہیں اور اُن دونوں کے کچھ نام بتلائے
خوب یاد نہیں ہیں اور پھر یہ کہا کہ ہم اُن لوگوں میں ہیں جو منکر تقدیر ہیں مگر اہل فہم خود سمجھ گئے ہونگے کہ اس
صورت میں پادری صاحب کا اعتراض بہ نسبت تعلیم تقدیر جو بمقابلہ مولوی محمد قاسم صاحب پیش کیا تھا
اور مولوی محمد قاسم صاحب نے اُس کا جواب دندان شکن دیا تھا فقط اہل اسلام ہی پر نہ رہا بلکہ توراۃ پر بھی
اُنکا اعتراض ہوا جسکے باعث خود اُنکے مذہب کی بیخ و بنیاد اُکھڑ گئی۔ اور سُنئے بعد اختتام جلسہ مولوی
محمد قاسم صاحب نے موتی میاں صاحب سے کہا یوں جی چاہتا ہے پادری نولس صاحب سے تنہائی میں
ملئے اور دعوۃ اسلام کیجے اُنہوں نے پادری صاحب سے کہا ہمارے مولوی صاحب آپ سے تنہا ملنا چاہتے
ہیں پادری صاحب نے فرمایا بہتر ہے اسکے بعد مولوی محمد قاسم صاحب پادری صاحب کے خیمہ میں گئے
اور اُنکا بیان ہے کہ میں نے پادری صاحب سے یہ کہا کہ ہم آپکے اخلاق سے بہت خوش ہوئے اور چونکہ
اخلاق باعث محبت ہو جاتے ہیں اور محبت باعث خیر خواہی ہو جایا کرتی ہی تو ہمارا جی چاہتا ہے کہ
دو کلمے آپ کی خیر خواہی کے آپ سے کہیں اور آپ سُنیں پادری صاحب نے کہا کہئے۔ مولوی صاحب نے کہا
دین عیسوی سے توبہ کیجے اور دین محمدی اختیار کیجے دنیا چند روزہ ہے اور عذاب آخرت بہت سخت ہی
پادری صاحب نے کہا بیشک اور یہ کہکر چپ ہو رہے مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا اگر ہنوز آپکو تامل ہے تو
اللہ سے دعا کیجے کہ حق واضح کر دے اگر آپ اخلاص سے دعا کرینگے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ضرور حق کو
روشن کر دیگا۔ پادری صاحب نے کہا میں روز دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ میرے دل کو روشن کر دے مولوی
محمد قاسم صاحب نے کہا یوں دعا کیجے کہ ان مذاہب مختلفہ میں جو نسا مذہب حق ہو وہ روشن ہو جائے
اور حق و باطل متمیز ہو جائے پادری صاحب نے فرمایا میں آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپنے میرے حق میں
اتنا فکر کیا اور میں آپ کی اس بات کو یاد رکھونگا بعد اختتام جلسہ جو پادری صاحب پہلو تہی کا طعنہ
دیتے تھے۔ قریب عصر مولوی محمد قاسم صاحب کے پاس آئے اور یہ فرمایا کہ میں ملنے آیا ہوں اور نیز آپ سے رخصت

ہوتا ہوں اب جاؤنگا مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا آپنے بڑا کرم کیا نام و نشان سرگین سے پوچھے گئے اُس کے بعد پادری صاحب نے فرمایا مولوی صاحب آپ کی تقریر نہایت عمدہ ہے مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا گاہ باشد کہ کودک ناداں۔ بغلط برہدف زند تیرے* اس کے بعد سلام کرکے رخصت ہوئے اُس کے بعد بعضے اور پادری چلتے پھرتے ملے اور ایسا ہی کچھ کہا جب میلہ برخاست ہونے لگا اور سب اہل اسلام وہاں سے روانہ ہوئے تو میلہ کے ہندو وغیرہ مناظران اہل اسلام کی طرف اشارہ کرکے اور وں کو بتلاتے تھے کہ یہ ہیں تھوڑی دور چلے تھے کہ گاڑیوں کی قطار سے بیس قدم پر ایک جوگی جارہا تھا پاؤں میں کھڑاویں سر پر لمبے لمبے بال برہنہ سر ہاتھ دست پناہ دو چار معتقد اُس کے ساتھ مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف اشارہ کرکے اپنے ساتھیو سے کہنے لگا۔ جے مولبی ہے اتفاقاً مولوی محمد قاسم صاحب نے نظر اُدھر کو پلٹی تو اُس نے سلام کیا مولوی محمد قاسم صاحب نے التفات سے ہاتھ اُٹھا کر جواب دیا اُس نے جو دیکھا مولوی صاحب التفات سے جواب دیتا ہے تو وہاں سے دوڑا اور گاڑی کا ڈنڈا پکڑ کر گاڑیبان سے کہا تھام دے اُس نے اور وں کو آواز دیکر کہا تھم جاؤ القصہ گاڑیاں تھم گئیں جوگی صاحب بولے تم نے بڑا کام کیا مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا میں نے کیا کیا پرمیشر نے کیا اُس نے کہا سچ کہتے ہو پھر جوگی مذکور نے ہاتھ اُٹھا کر چار انگشت سے اشارہ کرکے کہا جب تم نے بولی ماری تو ہمنے دیکھا اُس کا یعنی پادری کا اتنا سر رہ سوکھ گیا تھا یا یوں کہا گھٹ گیا تھا مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا تم کہاں تھے خیمہ کے باہر تھے جوگی نے کہا ہم بھی خیمہ کے اندر تھے پھر مولوی صاحب ممدوح نے فرمایا آپکا نام کیا ہے۔ اُس نے کہا جانکی داس۔ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا آپنے بڑی مہربانی کی جو آپ آئے۔ اُس نے کہا ہم تو تمہارے بیٹا بیٹی ہیں یہ کہا اور سلام کرکے چلدیا+ سید ظہور الدین صاحب ساکن شاہجہانپور امروہہ میں جناب مولوی محمد قاسم صاحب سے کہتے تھ

ماسٹر چونی لال جو مدرسہ انگریزی شاہجہانپور میں مدرس ہیں کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں ایک عالم دیکھا۔ ایک اور پادری سے سید صاحب کہتے تھے میں نے پوچھا تم اُس روز کچھ نہ بولے اُنہوں نے کہا ہم کیا کہتے مولوی صاحب نے کونسی بات چھوڑدی تھی جو ہم بولتے ہمارے پادری نولس ہی کو جواب نہ آیا۔ مولوی عبدالوہاب ساکن بریلی جناب مولوی محمد قاسم صاحب سے کہتے تھے کہ ایک پادری سے میری ملاقات ہے اور کچھ پتے ایسے بتلائے جس سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہی پادری اینک تھا جس نے وقت مباحثہ کے پہلوتہی کا طعنہ دینا چاہا تھا اور پھر بعد اختتام مباحثہ ملنے آیا تھا اور تقریر کی تعریفیں کرتا تھا۔ غرض بعد مباحثہ مولوی عبدالوہاب صاحب اور اُس پادری کے اتفاق ملاقات ہوا تو مولوی صاحب نے پادری صاحب سے کیفیت جلسہ پوچھی پادری صاحب نے فرمایا کیا پوچھتے ہو ہم کو بہت مدت سے اس قسم کے جلسوں میں شامل ہونے کا اتفاق ہوا اور بہت سے علماء اسلام سے اتفاق گفتگو ہوا پر نہ یہ تقریریں سنیں نہ ایسا عالم دیکھا ایک پتلا دبلا آدمی میلے سے کپڑے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ کچھ عالم ہیں ہم جی میں کہتے تھے کہ یہ کیا بیان کرینگے یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ حق کہتے تھے پر اگر تقریر پر ایمان لایا کرتے تو اس شخص کی تقریر پر ایمان لے آتے اور پھر یہ کہا کہ تقدیر کے مسئلہ کو پادری جب چھیڑا کرتے ہیں جب کوئی تدبیر غلبہ کی باقی نہیں رہتی پادری نولس صاحب نے لاچار ہو کر یہ باتیں شروع کی تھیں پر اُس شخص نے ایسا اُن سب کو اڑایا کہ پتا نہ لگنے دیا۔ مولوی محمد احسن صاحب سے بریلی میں رمضان خاں صاحب جو اکثر اُنکے مکان کے قریب مسجد میں اذان کہا کرتے ہیں مسجد ہی میں جناب مولوی محمد قاسم صاحب کیطرف اشارہ کر کے فرمانے لگے کہ مولوی صاحب تو اوتار ہو گئے کھتریوں میں کچھ آدمی شاہجہانپور سے آئے ہیں کیفیت مباحثہ کچھ اس طور بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کیطرف سے ایک پتلا سا آدمی میلے سے کپڑے نیلی لنگی بغل میں دبی ہوئی بیان کرنے کھڑا ہوا ایسی تقریریں بیان کیں کہ پادریوں کو جواب نہ آیا کوئی اوتار ہوں تو ہوں فقط

تمت

	قیمت
قواعد سے سلیس عبارت مین مدلل	
و مفصل بیان کیا ہے اہل انصاف	
کو مجلل و منہ دن نہین ہے	۹
فروع الایمان - ایمانی خصائل	
و عادات کا بیان جو مومن مین ہونے	
چاہئیین - - - - -	۲
شجرہ مع تعلیم الطالب یعنی حضرت	
حاجی امداد اللہ صاحب رح کا شجرہ - تمام	
بزرگون کے مقام دفن اور تاریخ وفات	
اور ایک رسالہ ضروریات دین کا اضافہ	۱
تعلیم الدین - دین کے چارون	
اجزاء اخلاق و معاملات عقائد و	
عبادات ریاضت و مقامات کا بیان	
قرآن و حدیث سے اتباع سنت	
کی تعلیم نہایت عام فہم طریقہ سے	
حاشیہ پر جملہ احادیث کا حوالہ - -	۶
مناجات مقبول - روزانہ تلاوت	
کرنے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	
کی احادیث اور دعاؤن کا مجموعہ اور	
پر اثر نظم دعائیہ رنگین خوبصورت -	۵
صفائی معاملات - خرید فروخت	
وغیرہ معاملات کے مسائل قابل	
دلایق لحاظ عام فہم - - -	۱
جزاء الاعمال - گناہون کی وجہ	
سے دنیاوی و دینی نقصانات کا بیان	۱
حق السماع - سماع کا قابل دید	
بیان - - - -	۱
علاج القحط والوبا -	
حقوق الاسلام -	

	قیمت
میلاد کا صحیح طریقہ - اور شعوہ وغیرہ	
فرزا حیرت کے ترجمہ قرآن کی	
غلطیون کی اصلاح -	
تقلید و اجتہاد - کا بیان غیر مقلدی	
کی خرابیان - - - - -	۲
القول الصواب - پردہ کے بیان مین	
مختصر رسالہ - - - -	۱
نذیر احمد خان کے ترجمہ قرآن کی	
غلطیون کی اصلاح - - -	
تحقیق - تعلیم انگریزی -	
تجوید القرآن انظم	
الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح اردو	
حفظ الایمان - اصلاح الخیال	۲
مثنوی مولانا روم کی اردو شرح	
جلد اول ۱۲ جلد دوم - ۱۲	
بیان القرآن یعنی کلام مجید کی	
نہایت معتبر اردو تفسیر جلد اول ۱۲	
دوم ۱۲ سوم ۱۲ چہارم ۱۲ باقی زیر طبع	
یاد یاران مختصر تذکرہ مولانا رشید احمد	
صاحب قیمت - - -	۱
شوق وطن عالم آخرت کی یاد	۲
شو ونکاح خوانی تعویذ گنڈہ رشوت	
کا بیان قیمت - - -	۲
اعمال قرآنی - تین حصے - -	
دیگر علماء کی مفید و معتبر تصنیفات	
شہاب ثاقب - بریلوی خانصاحب	
کی حسام الحرمین کا تحقیقی جواب -	۲
اسکات المعتدی - خانصاحب سے	
علمی سوالات - - - -	۲

	قیمت
سیف النقی ظریفانہ طرز سے خانصاحب	
کی تردید - - - - -	۲
انتصاف - رد التکفیر بکبس المہاد -	۱
قاصمتہ الظہر ارطین اللازبہ -	۱
یہ سب کتابین خانصاحب کے رد مین ہین	
تقویۃ الایمان - شرک و بدعت کی	
بیخ کن از مولانا اسمٰعیل صاحب شہید رح	۹
شاہ عبد العزیز صاحب کے فتاوی کا	
اردو ترجمہ ہر دو جلد ۲۸۰ صفحہ -	
ترجمہ بدور السافرہ فی امور الآخرۃ از حضرت	
جلال الدین سیوطی مشہور محدث رح	
زینۃ النساء - شرک و بدعت کی خرابی	۲
حمائل شریف - مولانا عاشق الٰہی صاحب	
نے بامحاورہ ترجمہ کیا مولانا محمود حسن صاحب	
محدث دیوبندی نے ملاحظہ فرمایا مجلد	
ترجمہ تفسیر کبیر جلد اول	
تبلیغ دین - امام غزالی رح کی اربعین	
کا انتخاب و نشاط انگیز ترجمہ در تہذیب اخلاق	۱۰
مولوی سید اصغر حسین صاحب دیوبندی	
کی مفید و مقبول عام فہم دینی تالیفات	
مفید الوارثین - علم فرائض مین ابتک	
ایسا عام فہم جامع رسالہ نہین لکھا گیا	
فتاوی محمدی مع شرح دیوبندی	۷
الجواب المتین باحادیث سید المرسلین	۵
حیات خضر علیہ السلام - - -	۲
مولوی معنوی - مولانا روم کی سوانح عمری	
الصالحات یعنی حضرت خدیجہ و عائشہ	
و حضرت فاطمہ و حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہما	
کے حالات - - - -	۲

ملنے کا پتہ مولوی سید اصغر حسین متعلم مدرسہ اسلامیہ دیوبند (ضلع سہارنپور)